188644

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188694
UNIVERSAL
LIBRARY

ذی النورین

یعنی خلیفۂ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر
وجامع حالات زندگی

مصنفۂ

سند الوقت مولنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جسکو

حکیم محمد سراج الحق صاحب منیجر دلگداز نے

سنہ ۱۹۲۵ء مین

دلگداز پریس واقع کٹرہ بزن بیگیان لکھنؤ مین چھپوکر
شائع کیا۔
پہلی بار ۱۰۰۰ جلد قیمت فی جلد

سخن سنج!! سخن سنج!! سخن سنج!!!

ماہنامہ سخن سنج

یہ سہ ماہی رسالہ جنوری ۱۹۳۲ء سے جاری ہی حجم ۱۲۰ جزو ہے مضامین نظم و نثر دونون قسم کی ہوتے ہین حصۂ نثر مین مسلمان فاتحان ہند کی مختصر تاریخ اور حصۂ نظم مین مشاہیر شعرا کی منتخب غزلین اور مشہور نظمین قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۹ر نمونے کیواسطے ۲ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہین۔ ولیو نہین روانہ ہوتا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال ہو۔

منیجر سخن سنج کٹڑہ بزن بیگ خان لکھنؤ

کارخانہ روض الریاحین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

1952

(آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھین)

CHECKED

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے مگر افسوس ہے کہ جو عطر ہے وہ باہر والون کو نہین ملتا۔ کیونکہ کمیشن مال کی روانگی نوکرون کے ہاتھ ہے اور اُن کے دخل و فضل کا خمیازہ اُن ہی غریبون کو اُٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہین۔ اور بعض شتہار دینے والون کی یہ حالت ہی کہ روپیہ کا مال دو اور کبھی چار کو بھیج دیتے ہین۔ یہ عام خرابیان دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائین اُن کے لیے معتبر اور مستند کارخانون کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر اہتمام کرکے مال بخوبی جانچ کے اور بکمفاہت خرید کے روانہ کردیا کرین جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے عطر کے شائقین ایک بار استحانًا منگوا کر دیکھ لین کہ ہمارے ذریعے سے اُنھین کیسا اچھا عطر اور کن داموں کو ملتا ہے۔

عطرون کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر خافیتولہ ۱۰ للعہ ۸ عہ	عطر بارڈی فیتولہ ۱۰ عہ	عطر عروس فیتولہ ۱۰ عہ	روح گلاب اصلی فیتولہ ۱۵ ر
" کیا " للعہ ۸ عہ	" بیلہ " ۸ عہ	" برگ حنا " ۸ عہ	" حسن اصلی " ۸ عہ للعہ
" چمبیلی " ۸ عہ للعہ ۸ عہ	" راحت روح " ۸ عہ	" بجوبہ " ۸ عہ	عطر انگبیر " ۸ عہ للعہ
" کیوڑا " للعہ ۸ عہ	" جوہی " ۸ عہ	" بیہ مشک " ۸ عہ	" شمشاد " ۸ عہ
" جس " ۸ عہ	" سنگرہ " ۸ عہ	" اگر عربی " ۸ عہ	مخلوط فنری " ۸ عہ
" فتنہ " ۸ عہ	" سیوطی " ۸ عہ	" اگر ہندی " ۸ عہ	" آصفی " ۸ عہ
" چمپا " ۸ عہ	" مٹی " ۸ عہ	" مشک پوری " ۸ عہ	عطر صدبرگ " ۸ عہ
" نرگس " ۸ عہ	" گلاب " ۸ عہ	روح پانڈی " ۸ عہ	" محبوب پسند " ۸ عہ

خوشبودار تیلون کی فہرست ملاحظہ ہو

روغن چمبیلی فی سیر ۸ عہ للعہ ۸ عہ	روغن بلیلی سیر ۸ عہ للعہ ۸ عہ	روغن کیوڑا فی سیر ۸ عہ للعہ ۸ عہ	روغن حنا فی سیر ۸ عہ للعہ ۸ عہ

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ بامزہ تمباکو

زردہ تمباکو مشکی فی سیر ۸ عہ للعہ ۸ عہ	قوام مشکی فی تولہ ۸ عہ ۱۶ ر	گولیان تمباکو مشکی طلائی فیتولہ ۱۰ عہ
ایضاً عنبری " ۸ عہ	ایضاً " ۴۰ ر	" نقرئی " ۱۰ ر ۸ ر ۶ ر بادرتی ۴ ر

نوٹ درخواست آنے ہی ویلو پی میل روانہ ہوگا۔ روانہ بصارف ڈاک ذمہ خریدار۔

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹڑہ بزن بیگ خان لکھنؤ

ذی النورین

یعنی حالات حضرت عثمانؓ بن عفانؓ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Checked 1975

حضرت خلیفۂ ثالث جناب عثمان خاندان بنی امیہ کے نامور ترین بزرگ اور اپنے افضل الخلق خسر جناب سرور عالم صلعم کے ہم نسب تھے۔ پانچوین پشت مین آپ کا سلسلۂ نسب حضرت رسالت پہ مل گیا ہے۔ آپکے والد ماجد عفان ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے فرزند تھے۔ اور آپ کی والدۂ محترمہ اروی بنت کریز بن عبد شمس بن عبد مناف کی پرپوتی حضرت عبد المطلب کی نواسی اور خود جناب رسول خدا صلعم کی اُن پھوپھی کی بیٹی تھین جو آپ کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھین۔ واقعۂ اصحاب فیل کے چھ سال بعد اُن کے بطن سے حضرت عثمان پیدا ہوئے۔ لہذا رسول خدا صلعم سے چھ برس چھوٹے تھے۔

یہ مطلق نہین معلوم کہ بچپن کیسا گذرا۔ یا تعلیم و تربیت کس قسم کی ہوئی۔ مگر اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ قریش کی شریفانہ اور کاروباری زندگی جس کے خصوصیات شجاعت و سخاوت تھے وہ آپ مین اقران و امثال سے زیادہ اچھی تھی اس لیے کہ طلوع آفتاب اسلام سے پیشتر اور تعلیم نبوت اور قرابت رسالت کے فضائل حاصل ہونے سے پہلے ہی آپ نہایت فیاض ستودہ صفات اور مروت پرور تھے۔ نزول شریعت اسلامیہ سے قبل ہی آپ نے شراب اور دیگر مروجہ بداخلاقیون کو چھوڑ دیا تھا۔ شراب

اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ رہزنی و قزاقی سے ہمیشہ بچتے رہتے۔ اور اپنی ساری قوم قریش مین اس درجہ ہر دلعزیز و محبوب تھے کہ مثل مشہور ہو گئی تھی۔ اُحِبُّكَ وَالرَّحْمٰنُ حُبَّ قُرَيْشٍ عُثْمَانَ "یعنی کوئی کسی کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتا تو کہتا" مین خدا کی قسم تم سے محبت رکھتا ہون جیسی محبت قریش کو عثمان کے ساتھ ہے"۔

اسلام لانے مین آپ کا شمار "سابقین اولین اسلام" یعنی بالکل آغاز اسلام کے ایمان لانے والون مین تھا قبل اس کے کہ حضرت رسالت دشمنون کے اندیشے سے ارقم کے مکان مین روپوش ہون حضرت صدیق اکبر کے سمجھانے اور مشورہ دینے سے آپ ایمان لائے۔

خود حضرت عثمان کا بیان ہے کہ" مین غنفوان شباب مین حسن و جمال کا زیادہ فریفتہ رہا کرتا تھا۔ ایک شب کو صحن کعبہ مین آیا تو سنا کہ محمد (صلعم) نے اپنی صاحبزادی جناب رقیہ کا عقد نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ رقیہ حسن و جمال مین یکتاے زمانہ تھین مجھے اس پر بڑا حسد آیا۔ اور دل مین کہا اس دولت حسن کے حاصل کرنے کی مین نے کیون نہ کوشش کی۔ یہی حسرت دل مین لیے گھر آیا تو دیکھا کہ میری خالہ سعدی بنت کریز بیٹھی ہین۔ جنھون نے میری حسرت بھری صورت دیکھتے ہی مین شعر پڑھے جن مین میرے لیے ہر طرح کی خوبون اور نعمتون کی پیشین گوئی تھی۔ مین نے حیرت کے ساتھ کہا" مین نہین سمجھا کہ آپ کیا فرماتی ہین"۔ اُنھون نے باطنی ریاضتون اور کاہنون کی صحبت مین کہانت کی شان پیدا کر لی تھی۔ لہذا کاہنہ عورتون کے انداز سے نثر کے مقفیٰ فقرون مین ایک تقریر کی جس مین ناموس الٰہی کے ظہور۔ اور اُن کی حقانیت کا اظہار تھا" اُن کے اس کلام نے مجھے اور فکرمند بنا دیا۔

"میرا معمول تھا کہ اکثر ابوبکر کے یہان آکے شریک صحبت ہوا کرتا۔ صبح کو اُن کے وہان گیا تو اُنھون نے متفکر دیکھ کر کیفیت پوچھی۔ مین نے خالہ کے

وہ الفاظ اُن کو سنا دیے۔ سُن کر خوش ہوئے اور کہا "تمھاری خالہ سچ کہتی ہین۔ خدا نے محمد بن عبداللہ کو اپنا پیغمبر بنایا ہے" پھر انھون نے توحید کی حقیقت اور بت پرستی کی مذمت بیان کی اور پوچھا "تم خود چل کے اُن کی زبان سے سنو گے کہ کیا کہتے ہین؟ اتنے مین کیا دیکھتا ہون کہ خود رسول اللہ صلعم چلے آتے ہین۔ اور حضرت علی ہمراہ ہین۔ ابوبکر نے جا کے کچھ کان مین کہا آپ جہان جا رہے تھے وہان کا جانا ملتوی کیا۔ اور یہین آ کے بیٹھ گئے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "عثمان۔ خدا جنت کی طرف بلاتا ہے قبول کرو۔ اُس نے مجھ کو تمھارے اور ساری خلقت کے پاس بھیجا ہے" اب مجھ مین ضبط کی تاب نہ تھی۔ فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کے توحید باری اور آپ کی رسالت کا اقرار کر لیا"

ایمان لانے کے چند ہی روز بعد حضرت سرور عالم نے وحی الٰہی کی پیروی مین خاص خدا کے حکم سے آپ کا عقد نکاح اپنی صاحبزادی جناب رقیہ کے ساتھ کر دیا۔ اس عقد کی بنیاد یہ ہوئی کہ آپ کی دونون صاحبزادیون رقیہ اور اُم کلثوم کا نکاح جاہلیت مین ابولہب کے دو بیٹون عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ ہو گیا تھا مگر رخصتی اور زفاف کی نوبت نہ آئی تھی کہ آپ مبعوث برسالت ہوئے اور ابولہب شومی اعمال سے آپ کا سب سے بڑا شقی القلب دشمن ثابت ہوا۔ یہان تک کہ سورۂ "تبت یدا ابی لہب وتب" اُس کی مذمت مین نازل ہوئی۔ اور اس نے جھنجھلا کر اپنے دونون بیٹون کو بلا کے سخت ترین حلف دلائی کہ "میرے بیٹے ہو تو محمد کی بیٹیون کو طلاق دے دو" اُنھون نے طلاق دے دی۔ تب حضرت رب العزت کو منظور ہوا کہ اُن دونون صاحبزادیون کو اُن مشرک شوہرون کے عوض نہایت ہی اچھا خوش جمال وخوش خصال شوہر عطا کرے۔ چنانچہ پہلے وحی کے ذریعے سے حکم ہوا کہ اپنی لاڈلی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمان بن عفان کے ساتھ کر دو۔ اور جب چند سال بعد حضرت بی بی رقیہ کا انتقال ہوا تو پھر حکم الٰہی نازل ہوا کہ اب دوسری پیاری بیٹی ام کلثوم کو بھی عثمان بن عفان کے نکاح

مین دے دو۔

جسطرح حضرت رقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سب صاحبزادیون سے زیادہ خوبصورت اور قریش مین نہایت پری وش اور صاحب جمال مشہور تھین اُسی طرح حضرت عثمان کی خوبروئی اور خوشجمالی کی جوانان قریش مین شہرت تھی۔ اور ان دونون دولھا دولھن کی زیبائی و رعنائی کا چرچا ہر گھر مین ہو رہا تھا۔

خادم بارگاہ رسالتؐ حضرت اُسامہ بن زید کہتے ہین کہ ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تھوڑا سا سالن دیا کہ جناب عثمان کے گھر مین دے آؤ۔ مین وہان گیا۔ تو دونون میان بیویون کے خوبصورت چہرون کی دلکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضرت رقیہ اور عثمان کی صورتون کو بار بار دیکھتا تھا۔ اور نہ دیکھ چکتا۔ واپس آیا تو حضور سرور عالم نے پوچھا، بھلا تم نے کبھی ان دونون سے اچھا کوئی اور جوڑا بھی دنیا مین دیکھا تھا؟ مین نے عرض کیا کبھی نہین۔

بنی امیہ مین ہونے کی وجہ سے آپ کا دین اسلام قبول کرنا مسلمانون کی نظر مین جس قدر اہمیت رکھتا تھا اسی قدر بنی امیہ کو ایک ایسے دولتمند اور معزز نوجوان رکن رکین کے اپنے گروہ سے نکل جانے کا صدمہ تھا۔ چنانچہ آپ کے اسلام کی شہرت ہوتے ہی آپ کے چچا حکم ابن ابی العاص نے آپ کو رسّی مین باندھا۔ اور ڈانٹا کہ "باپ دادا کا دین چھوڑ کر نیا مبتدع دین اختیار کر لیا جب تک اس سے باز نہ آؤ گے نہ چھوڑون گا"۔ مگر آپ نے سب طرح کی سختیان برداشت کین۔ اور توحید کو نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ آخر حکم عاجز آ گئے۔ اور اُن کی سنگدلی پر آپ کا استقلال غالب آیا۔

مشرکین مکہ نے جب مسلمانون کو زیادہ عاجز کیا تو حضرت عثمان اپنی بیوی یعنی جگر گوشۂ رسالتؐ حضرت رقیہ کو ہمراہ لے کر ارض حبش مین چلے گئے۔ جب تک وہان رہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل

آپ مین لگا رہتا۔ اور ہر گھڑی خبر خیریت کے منتظر رہتے۔ جس وقت سواد مکہ کو چھوڑ کر چلے ہین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد جس نے سب سے پہلے خدائے عزوجل کیطرف ہجرت کی وہ یہی دونون ہین"۔ وہان سے واپس آکر چند ہی روز حضرت عثمان مکے مین رہے تھے کہ دوسری ہجرت کے ثواب سے بہرہ اندوز ہوئے جو مدینہ طیبہ کیطرف تھی۔ چنانچہ آپ کا شمار اُن خوش نصیب سابقین اسلام مین ہے جن کو دونون ہجرتون کا فخر حاصل ہوا۔

حلیۂ مبارک یہ تھا کہ میانہ قد۔ نازک کتابی چہرہ گندم گون رنگ۔ چہرے پر چیچک کے داغ نہایت خوبصورت دانت۔ بڑی اور خوب گھنی داڑھی۔ سر پر گھنے اور بڑے بڑے بال جو کبھی کانون تک رہتے اور کبھی شانون پر لوٹنے لگتے۔ چوڑی چکلی پیٹھ۔ خوب بھرے بھرے شانے۔ لمبی باہین۔ اور مضبوط و گداز پنڈلیان۔ کہتے ہین کہ آخر عمر مین چندیا پر سے بال اُڑ گئے تھے۔ بڑھاپے مین ریش مقدس کو زرد رنگ اور دندان مبارک سونے کے تارون سے بندھے رہتے۔ چلتے تو بہت تیز چلتے۔ اور سب سے بڑی فضلیت اور خصوصیت یہ تھی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کی وفات کے بعد جب اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُم کلثوم کو آپ کے عقد نکاح مین دیا تھا تو اسوقت لخت جگر صاحبزادی سے فرمایا "بیٹی تمھارے شوہر کی صورت تمھارے دادا ابراہیم اور تمھارے باپ محمدؐ سے بہت ملتی ہے"۔ اخلاق و عادات مین بھی حضور سرور عالم سے ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوا "میرے تمام اصحاب مین اخلاق و عادات مین مجھ سے مشابہ تر عثمان ہین"۔

آپ کی کنیت پہلے ابو عمرو تھی مگر جب حضرت رقیہ کے بطن سے خدا نے ایک فرزند دیا اور اُس کا نام عبداللہ رکھا گیا تو ابو عبداللہ کنیت اختیار کر لی۔ وہ صاحبزادے اگرچہ تھوڑی ہی عمر مین والدین کے جگر کو داغ دے گئے۔ مگر آپ کی یہ کنیت آخر تک اُن کی یاد تازہ کرتی رہی۔

ہجرت کے بعد دوسرا برس شروع ہوا تھا کہ غزوۂ بدر کا معرکہ پیش آیا۔ اس وقت اتفاقاً جگر گوشۂ رسول اللہ حضرت رقیہ سخت بیمار تھیں۔ لہذا آپ نے حضرت عثمان کو اجازت دی کہ بجائے میدان جنگ میں حاضر ہونے کے گھر میں ٹھہر کر بیوی کی تیمارداری کریں۔ اُدھر میدان جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ادھر جناب رقیہ نے فردوس برین کی راہ لی۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضور سرور عالم نے حضرت عثمان کا بھی حصہ لگایا۔ چنانچہ آپ مجاہدین بدر میں شمار کیے گئے۔ اور بضعۃ الرسول کی خدمت کے ساتھ آپ کو علم رسالت کے نیچے جہاد کرنے کا ثواب بھی حاصل ہو گیا۔ بعد ازاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ نے اپنی دوسری لخت جگر حضرت اُم کلثوم کو بھی حسب وحی ربانی آپ کے عقد نکاح میں دے دیا۔ مگر افسوس کہ چھ سات سال بعد اُن صاحبزادی نے بھی سفر آخرت فرمایا۔ اس پر حضرت عثمان کو ملول دیکھ کر جناب رسالت نے فرمایا "اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو اُن سب کو یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا"۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ آپ کا نہایت اچھا برتاؤ رہا تھا۔ اور کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ناخوش ہوئے ہوں۔

تمام اکابر سلف کہتے ہیں کہ بجز حضرت عثمان کے دنیا میں کبھی کسی کو یہ اعلیٰ شرف نہیں نصیب ہوا کہ پیغمبر کی دو بیٹیاں اُس کے عقد میں آئی ہوں اور اسی شرف کی بنیاد پر آپ ذی النورین کے لقب سے یاد کیے گئے۔ مگر بعض اہل سیر و روایت اس خطاب کی کئی اور وجہیں بھی بتاتے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ جاہلیت میں بھی فیاض تھے۔ اور اسلام میں بھی۔

حضرت عثمان اپنی ابتداے عمر ہی سے دولتمندان اسلام میں شمار کیے جاتے تھے۔ اور آپ کی دولت ہمیشہ مسلمانوں کی فلاح

اور ترقی اسلام مین کام آتی رہی۔ مسلمان ہجرت کرکے مدینے مین آئے تو انھین پانی کی سخت تکلیف تھی۔ بیر رومہ نام ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کے قبضے مین تھا۔ اور وہ بغیر قیمت لیے کسی مسلمان کو پانی نہ بھرنے دیتا۔ نادار مسلمانون کو پانی کی تکلیف دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا "کوئی ہے جو اس کنوئین کو خرید کر مسلمانون کے لیے عام کردے اور اس کے عوض مین جنت لے؟" یہ ارشاد نبوی سنتے ہی حضرت عثمان جا کے اُس یہودی سے ملے۔ اور کنوئین کی خریداری کے معاملے مین گفتگو کی اس نے پورے کنوئین کے بیچنے سے تو انکار کیا۔ مگر کہا "یہ ہوسکتا ہے کہ مین اس کنوئین کا آدھا حق بیچ ڈالون" حضرت عثمان نے فوراً اس کی منہ مانگی قیمت یعنی بارہ ہزار درہم دیکر آدھا کنوان خرید لیا۔ اور یہ طے ہوا کہ اُس مین سے ایک دن پانی لینے کا حق حضرت عثمان کو رہے اور ایک دن اُس یہودی کو۔ آپ نے اپنا حق مسلمانون پر عام کردیا۔ اور معمول ہوگیا کہ آپ کی باری کے دن مسلمان دو روز کا پانی بھر لیا کرتے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ پانی کی خریداری مطلق موقوف ہوگئی۔ تب مجبور ہوکر اُس یہودی نے حضرت عثمان کے پاس آکر کہا "اب وہ باقی حصہ بھی آپ ہی خرید لین" آپ نے آٹھ ہزار درہم دیکر باقی حصہ بھی مول لے لیا۔ اور سارے کنوئین کو مسلمانون کے حق مین وقف کردیا۔ اس کارروائی سے آنحضرت صلعم بہت محظوظ ہوے اور حضرت عثمان نے اس طریقے سے جنت خرید لی۔ مگر یہ خیال کرنے اور عبرت پکڑنے کا مقام ہے کہ یوم الدار مین جب بدمعاشون نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا ہے تو اسی کنوئین سے حضرت عثمان کا پانی روکا گیا۔ اور آپ کے خاندان والون کو ایک ایک قطرہ آب بڑی دشواریون سے نصیب ہوتا تھا۔

اس کے بعد جب مدینے مین مسلمانون کی کثرت ہوئی اور مسجد نبوی حق پرستان توحید کے لیے تنگ ثابت ہوئی۔ تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو ہماری مسجد کو وسیع کرے؟" یہ سنتے

سودا کرنے کو بھی حضرت عثمان ہی اُٹھے۔ اور مقام "خمس سوار" کی زمین جس پر ایک قبیلے کا مویشی خانہ تھا بیس یا پچیس ہزار درہم کو خرید فرما کے مسجد رسالتؐ مین شامل کر دی۔ اور یون اپنی بے نظیر فیاضی سے دوبارہ جنت خرید لی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر رسالت کے لیے سامان سفر اور زاد راہ کی بہت کمی تھی۔ تمام صحابہ نے اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق ایثار و کرم کا جوہر دکھایا۔ مگر حضرت عثمان نے نو سو پچاس اونٹون اور پچاس گھوڑون کا انتظام اپنے روپے سے کر کے رسول خدا صلعم کو بیحد خوش کر دیا۔ چنانچہ زبان وحی ترجمان سے ارشاد ہوا "اب عثمان چاہے کچھ کرین انھین ضرر نہین پہونچ سکتا"۔ اور بے اختیار تین بار یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے "مین عثمان سے راضی ہون۔ خداوندا تو بھی راضی ہو"۔ ایک بار حضرت عثمان نے جناب رسالت کی خدمت مین حلوا بھیجا تھا۔ آپ نوش فرما کر بیحد محظوظ ہوئے۔ اور اس موقع پر بھی زبان مبارک پر یہی الفاظ جاری ہو گئے کہ "خداوندا عثمان تیری رضامندی چاہتا ہے۔ تو اُس سے راضی ہو جا"۔

حضرت عثمان پر ایک الزام بھی آگیا تھا وہ یہ کہ غزوۂ اُحد مین جب مشرکین نے پشت کیطرف سے نکلکر حملہ کر دیا مسلمانون کو شکست ہوئی۔ اور حضور سرور عالم کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ تو حضرت عثمان اور بہت سے صحابہ کمال بدحواسی و اضطراب مین میدان جنگ چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ مگر خداوند جل و علا نے اُن کا اور اُن سب مسلمانون کا قصور وحی متلو کے ذریعے یہ ارشاد فرما کر معاف کر دیا کہ "ولقد عفی اللہ عنھم"۔

آپ کی سب سے بڑی فضیلت جیسی کہ اور کسی کو نہ نصیب ہو سکی یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ حضرت سرور عالم کے سفیر بنکر مشرکین مکہ کے پاس گئے تو مشرکین نے آپ کو عمرہ اور طواف کعبہ کی اجازت دے دی۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا "جب تک حضرت رسالتمآب

طواف نہ فرمائیں میں طواف نہیں کرسکتا۔ یہی خود رسول اللہ صلعم نے اپنے مقام پر صحابہ سے فرمایا تھا کہ جب تک میں طواف نہ کروں گا عثمان ہرگز نہ کریں گے۔ یہ ارشاد فرما ہی رہے تھے کہ خبر آئی مشرکین نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا۔ اتنا سنتے ہی آپ جان دینے اور لڑنے مرنے کو طیار ہو گئے۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور ہمراہیوں سے جہاد کی بیعت لینا شروع کی۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔ اور دوسرے کو اپنا ہاتھ بتا کے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر حضرت عثمان کیطرف سے بیعت لی۔ اور اُن کو بھی اس بیعت میں شریک فرما لیا۔ اگر غور سے دیکھیے تو ایسی عزت کسی کو نہیں حاصل ہوئی۔ حضرت ختم المرسلین خاص جانبازی اور دینی سرگرمی کے موقع پر اپنے دست مبارک کو عثمان کا ہاتھ بتاتے اور اپنے گوشت و پوست کو اُن کا گوشت و پوست قرار دیتے ہیں۔ بیشک آپ حضرت رسالت صلعم کے دست و بازو تھے۔ اور یہی مبارک ہاتھ تھا جو پیغمبر کے سینے کی وحی کو قلمبند کیا کرتا تھا۔

ایک بار حضرت عثمان نے جناب عائشہ صدیقہ کی زبان سے سُن پایا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسالت صلعم کو چار فاقے گزر چکے ہیں۔ سنتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ اور اُسی وقت جا کر آٹا گیہوں اور خرمے اونٹوں پر لاد کے لائے۔ اس کے ساتھ ایک ذبح اور صاف کی ہوئی بکری اور تین سو درہم بھی حریم رسالت صلعم میں پیشکش کر دیے جناب رسالت کو اس ایثار عثمانی کی خبر ہوئی تو خوش ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ اور وہی دعا جو کئی بار کر چکے تھے پھر کی کہ "خداوندا میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اُس سے راضی ہو جا" یہ دعا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آپ کے حق میں فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات کو ابو سعید خدری رضؓ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اول شب سے صبح تک مسلسل یہی دعا حضرت عثمان کے حق میں فرماتے رہے

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ چنانچہ حضور سرور عالم کی زندگی ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اکثر راتوں کو یہ ہوتا کہ ایک ہی رکعت میں

پورا قرآن ختم کر دیتے۔ بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ اور قائم اللیل اور ہمیشہ روزہ رکھتے۔ شب زندہ داری کی یہ حالت تھی کہ رات کے فقط تھوڑے سے ابتدائی حصے مین سو لیا کرتے۔ پھر ساری رات جاگتے اور عبادت کرتے گزر جاتی خشوع اور خضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز مین روتے روتے داڑھی آنسوؤن سے تر ہو جاتی۔

حضرت ابن عباس سے آپ کی فیاضی کا ایک عجیب واقعہ مروی ہے۔ فرماتے ہین۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد ہمایون مین ایک بار قحط پڑا اور لوگ فقر و فاقہ کی مصیبت مین مبتلا تھے۔ اس کو حضرت صدیق کی کرامت سمجھیے یا جو خیال کیجیے کہ آپ نے لوگون سے فرمایا کل صبح تمھاری مصیبت دور ہو جائے گی۔ صبح ہوتے ہی مدینے مین مشہور ہوا کہ حضرت عثمان کے ایک ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوے آرہے ہین۔ ابھی اونٹ آبادی مین نہین داخل ہونے پائے تھے کہ مدینے کے آڑھتیے حضرت عثمان سے آکر ملے اور اس غلے کی خریداری کا سودا کرنے لگے۔ آپ نے پوچھا "شام تک کی خریداری پہ کیا نفع دو گے؟" انھون نے کہا "دس کے بارہ"۔ آپ نے فرمایا "مگر مجھے تو اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے"۔ انھون نے پہلے دس کے چودہ کیے اور پھر پندرہ کر دیے۔ مگر آپ برابر یہی کہتے رہے کہ "مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے"۔ اس اثنا مین اونٹ آگئے اور غلہ اترنا شروع ہوا۔ آڑھتیون نے حیران ہو کر پوچھا "حضرت وہ کون تاجر ہے جو آپ کو اس سے زیادہ نفع دے رہا ہے؟" فرمایا "مجھے ایک ایک درہم کے عوض مین دس دس درہم مل رہے ہین بھلا تم دو گے؟" سب نے کہا "یہ تو ہماری بساط سے باہر ہے"۔ فرمایا "تو مین تمھین کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ یہ سب غلہ مین نے مدینے کے فقیرون اور محتاجون کو دے دیا"۔

سنہ ۳ ہجری مین بہت سے ملک فتح ہوے۔ اور اقطار عالم مین ہر طرف صحابہ جہانگیری اور اعلاء کلمۃ اللہ کرتے پھرتے تھے۔ مدینے مین اُن دنون دولت کی انتہا نہ رہی تھی۔ خزانے بھر گئے تھے۔ اور

حضرت عثمان جی کھول کر فیاضیان کر رہے تھے۔ جو کوئی آکے مانگتا آپ روپیہ لیجانے کی بے تکلف اجازت دیدیتے۔ چنانچہ ایک ایک شخص لاکھ لاکھ توڑے اُٹھا لے جاتا۔ اور ہر توڑے مین چار ہزار اوقیہ چاندی ہوتی۔

معمول تھا کہ ہر جمعہ کو آپ ایک غلام آزاد فرماتے۔ اور اگر کسی جمعہ مین اتفاقاً ناغہ ہو جاتا تو دوسرے جمعہ مین اُس کا معاوضہ فرما دیتے۔ مہانون اور رفیقون کو پُر تکلف کھانے کھلاتے اور خود فقط سیر کے اور زیتون پر بسر ہوتی لباس بھی سادہ اور کم قیمت رہتا، سادگی کی یہ حالت تھی کہ مسجد مین چادر ڈال کے بے تکلف سو جاتے۔ عام لوگون مین بیٹھتے تو اس وضع سے کہ کسی قسم کا امتیاز نظر آتا۔ حسن بصری کہتے ہین "مین مسجد نبوی مین گیا تو دیکھا کہ حضرت عثمان اپنی چادر پر ہاتھ ٹیکے بیٹھے ہین۔ اتنے مین دو بہشتی لڑتے ہوے آئے اور آپ نے اُن کا جھگڑا چکا دیا"

ایک بار آپ نے ایک غلام سے کہا "مین نے تیری گوشمالی کی تھی تو بھی میرا کان پکڑ کے مل۔ اُس نے بحکم الامر فوق الادب کان تو پکڑ لیا مگر آہستہ سے۔ فرمایا نہین زور سے کان پکڑ۔ دنیا کا قصاص قصاص آخرت سے اچھا ہے۔

قناعت اور صبر و شکر کی یہ شان تھی کہ چالیس دن تک محاصرہ رہا۔ دانہ پانی بند تھا سخت سے سخت اذیتین پہونچائی گئین مگر آپ کی زبان سے شکایت کا کلمہ نکلا تمام صحیح اور مستند حدیثون سے ثابت ہے کہ جناب رسول خدا نے آپ کی شہادت کی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ ایک بار ارشاد ہوا "عثمان کو خوشخبری سنا دو کہ وہ ایک ہنگامے مین ثابت قدم رہین گے"۔ ایک بار حضرت طلحہ سے ارشاد ہوا "ہر نبی کے ساتھ جنت مین اُس کی اُمت مین سے کوئی رفیق ہوگا میرے رفیق عثمان ہین۔ وہ جنت مین میرے ساتھ ہون گے"۔ ان حدیثون کی خود حضرت عثمان کو بخوبی اطلاع تھی۔ چنانچہ محصوری کے زمانے مین آخر تک یہی کہتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے۔ اور مین اُس پر قائم رہون گا"۔

ایام خلافت مین بجز آخری سال کے ہر سال آپ حج کو جاتے۔ اُمہات المومنین کو ساتھ لے جاکے حج کراتے۔ اور تمام ممالک محروسۂ اسلام

مین اعلان کرادیا تھا کہ جن لوگون کو کچھ شکایت ہو موسم حج مین آکر مجھ سے ملین۔ اچھے کام کرین۔ اور بُرے کامون سے بچین۔ کمزور شخص اگر مظلوم ہو تو مین ہر زبردست کے مقابلے مین اُس کے ساتھ ہون۔"

اس کے بالکل روادار نہ تھے کہ حضرت رسالت صلعم کے اعزہ کے ساتھ کوئی گستاخی کرے، کسی شخص نے عم رسول اللہ حضرت عباس کی توہین کی تھی، آپ نے اُس کو مارا پیٹا اور فرمایا "بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا کی تعظیم و تکریم کرین۔ اور مین اُن کی توہین گوارا کرون؟ ایسی بات کو جو شخص جائز رکھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔"

مدینے مین جب دولتمندی بڑھی تو پہلی بُرائی یہ پیدا ہوئی کہ لوگون کو کبوتر بازی اور غلیل بازی کا شوق ہوا۔ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے آٹھوین سال مسلمانون کی یہ بدمذاقی دیکھ کر ایک عہدہ دار خاص اس خدمت پر مامور فرمایا کہ کبوترون کے پر کاٹ دے اور غلیلون کو توڑ ڈالے۔

آپ کے خلیفۂ اسلام منتخب ہونے کا واقعہ بھی تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے۔ ۲۳ھ مین ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخون مین حضرت عمرؓ شہید ہوئے تھے۔ اور تیسری محرم ۲۴ھ کو آپ خلیفہ منتخب ہو گئے۔ لہذا اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۸ سال کی تھی۔ اور تمام امیدواران خلافت مین سب سے زیادہ محترم و سن رسیدہ آپ ہی تھے۔

حضرت فاروقؓ نے سفر آخرت کے وقت انتخاب خلیفہ کے بارے مین جو کارروائی کی اور جو ہدایتین فرمائین اُن کا تعلق حضرت عمرؓ کے حالات زندگی سے ہے۔ لہذا ہم اُس کا تذکرہ نہین کرتے۔

جب فاروق اعظم حضور سرور عالم کے پہلو مین سُلا دیے جا چکے تو حضرت مقداد نے اُن بزرگان امت کو جنھین حضرت عمر اہل شوریٰ منتخب فرما گئے تھے بیت المال کے مکان یا مسور بن مخرمہ کے

گھر اور بعض کے نزدیک حجرۂ عائشہ یعنی روضۂ اطہر حضرت رسالت مآب میں جمع کیا۔ حضرت طلحہ باہر سفر پر گئے ہوئے تھے موجود نہ تھے۔ ابو طلحہ انصاری کو ان بزرگوں نے حکم دیا کہ دروازے پر بیٹھیں اور جب تک تصفیہ نہ ہو جائے کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی بلوا کر بٹھا لیے گئے۔ اتنے میں عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ آکے دروازے پر بیٹھ گئے۔ مگر سعد ابن ابی وقاص نے سنگریزے مار مار کر انھیں اٹھا دیا۔ اور فرمایا "ان دونوں کا مقصد یہاں آکے بیٹھنے میں یہ تھا کہ لوگوں میں مشہور کریں ہم بھی اہل شوریٰ میں شریک تھے"۔

اب انتخاب جانشین خلافت کی بحث چھڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو چکتا تھا۔ اس لیے کہ ہر بزرگ اپنا دعویٰ پیش کر رہے تھے۔ یہ رنگ دیکھ کر ابو طلحہ نے روک کر کہا "میرے نزدیک بجائے اس کے کہ آپ سب صاحب مستحق خلافت ہونے کا دعویٰ کریں یہ بہتر ہوتا کہ سب کو اس کے قبول کرنے سے انکار ہوتا۔ مگر قسم ہے اس خدائے وحدہ لاشریک کی جس نے عمر کو وفات دی میں آپ کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دوں گا جیسا کہ وہ مجھے حکم فرما گئے ہیں۔ اور اس مدت کے اندر اگر کوئی فیصلہ نہ ہوا تو میں اپنے گھر میں جا کر بیٹھ رہوں گا"۔

آخر یہ دیکھ کر کہ فیصلے کی کوئی صورت نہیں پیدا ہوتی حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا "اچھا یہ بتائیے کہ آپ حضرات میں سے کون کون صاحب اس کے لیے طیار ہیں کہ اپنے ذاتی دعوے سے دست بردار ہو کر کسی دوسرے افضل بہتر شخص کے ہاتھ میں عنان خلافت دینا پسند کریں؟" اس کا کسی سے کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگے۔ سب سے پہلے میں خلافت کے حق سے دست بردار ہوتا ہوں۔ ان کو دست بردار ہوتے دیکھ کر حضرت عثمان بولے "اور میں بھی دست بردار ہونے کو طیار ہوں"۔ پھر اور سب صاحبوں نے بھی اس کو قبول کر لیا بجز حضرت علی کے جو ابھی تک خاموش تھے۔ چنانچہ عبدالرحمن نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "ابو الحسن آپ کیا فرماتے ہیں؟" حضرت علی نے

کہا، پہلے سب صاحب مجھے اطمینان دلا دین کہ حق کو اختیار کرین گے۔ ذاتیات کو نہ دخل دین گے۔ اپنے کسی قرابت دار کی جنبہ داری نہ کرین گے۔ اور امت کو جھوٹا مشورہ نہ دین گے۔" پھر مزید اطمینان کے لیے یہ کلمات بھی کہے "سب صاحب مجھ سے عہد کرین کہ اگر کوئی شخص تغیر و تبدل کرنا چاہے گا تو اُس کے مقابل مین میرا ساتھ دین گے۔ اور مین جس کو آپ کے لیے منتخب کرون اُسے منظور کرلین گے۔ مین بھی خدا کو درمیان مین دیکر عہد کرتا ہون کہ کسی عزیز و قریب کی جنبہ داری نہ کرون گا" سب نے اس کو قبول کیا۔ اور حضرت علی نے سب سے عہد و پیمان لے کر خود بھی ایسا ہی عہد کیا۔

یہ عہد و پیمان ہو جانے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت علی سے کہا، "آپ کو دعویٰ ہے کہ قرابت رسول اللہ اور واقفیت دین کے لحاظ سے آپ تمام حاضرین سے افضل اور سب سے زیادہ مستحق خلافت ہین۔ لیکن مین پوچھتا ہو کہ فرض کیجیے اگر آپ کو خلافت نہ ملے تو آپ کے نزدیک اس جماعت مین سے کس کو زیادہ ترجیح ہے؟" فرمایا، "عثمان کو"۔ بعد ازان عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان کو الگ لے جا کر اُن سے کہا، "آپ کو دعویٰ ہے کہ نسل عبد مناف کے معزز شخص ہین۔ حضرت رسول علیہ السلام کے داماد ہین۔ ابن عم ہین۔ حضرت رسالت سے پرانا سابقہ ہے اور اوروں پر فضیلت رکھتے ہین لہذا خلافت بجز آپ کے کسی کو نہین مسکتی لیکن مین پوچھتا ہون کہ بفرض محال وہ آپ کو نہ ملی تو آپ کے نزدیک اِن مین سے کون شخص اُس کا زیادہ مستحق ہے؟" فرمایا، "علی"

اس اثنا مین حضرت علی سعد سے ملے اور کہا "خدا سے ڈریے۔ اور میرے فرزند کو جو تعلق و قرابت حضرت رسالت کے ساتھ ہے اور آپ کو جو علاقہ بگانگت عم رسول اللہ کے ساتھ ہے اُن دونون کا واسطہ دلا کر مین استدعا کرتا ہون کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ ملکر آپ عثمان کی جنبہ داری نہ کرین"

ادھر حضرت عبدالرحمٰن نے یہ کارروائی کی کہ راتون کو مدینے مین گشت لگاتے۔ تمام اصحاب رسالت سے۔ اُن سرداران دولت

اسلام سے جو مدینے مین موجود تھے۔ اور نیز شرفائے قبائل سے ملتے۔ اس بارہ خاص مین اُن کی راے دریافت فرماتے۔ اور اُن سے مشورہ کرتے۔ تین دن کی مہلت جو حضرت عمر نے مقرر فرمائی تھی اُنھون نے اسی کام مین خرچ کردی۔ بعض لوگون کا بیان ہے کہ گشت کرتے وقت اُن کے چہرے پر نقاب پڑی رہتی۔ اس طرح عام لوگون سے مشورہ لیا تو جس سے لے اُس کو حضرت عثمان کا طرفدار پایا۔

آخری صبح کو جس روز مدت پوری ہونیوالی تھی تڑکے پو پھٹتے ہی مسور بن مخرمہ کے گھر مین آئے اُن کو جگایا۔ اور کہا "آج مین ساری رات جاگتا رہا ہون۔ اب آپ جاکے سعد و زبیر کو بلا لائین" چنانچہ وہ بلا لائے۔

اِن بزرگون کے آتے ہی حضرت عبدالرحمن نے جناب زبیر سے کارروائی شروع کی۔ اور اُن سے کہا "آپ خلافت کو بنی عبد مناف کے لیے چھوڑ دین اور فرمائین کہ اس خاندان کے بزرگون مین سے آپ کس کو پسند کرتے ہین؟" اُنھون نے کہا "علی" کو پھر اُنھون نے حضرت سعد سے کہا "آپ بھی اپنا حق خلافت مجھ پر چھوڑ دین" اُنھون نے فرمایا "اگر آپ اپنے لیے چاہتے ہین تو مجھے منظور ہے۔ لیکن اگر آپ کا یہ منشا ہو کہ عثمان کو ترجیح دین تو مین علی کا طرفدار رہون۔ بہتر یہ ہو کہ آپ خود اپنے ہاتھ پر بیعت لے لین۔ اور جھگڑا چکائین۔ عبدالرحمن نے کہا "مین خلافت کے دعوے سے دست بردار ہو چکا۔ اور اگر باز دعوی نہ دے چکا ہوتا تو بھی مین اس کو اپنے لیے نہین پسند کرتا۔ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ ایک سرسبز مرغزار مین چلا جا رہا ہون جس مین ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا ہے۔ اس مین ایک اونٹ داخل ہوا۔ اور بغیر اس کے کہ ادھر اُدھر سبزے کو آنکھ اُٹھا کے بھی دیکھے سیدھا تیر کیطرح نکلا چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور اونٹ داخل ہوا اور وہ بھی اُسی شان سے بغیر کسی طرف دیکھے بھالے نکل گیا۔ بعد ازان عجب و غریب شان کا ایک اور اونٹ اس مرغزار مین داخل ہوا وہ بھی اپنی مہار کھینچتا ہوا چلا گیا۔ پھر ایک اور اونٹ داخل ہوا جس نے ہر طرف منھ ڈالنا شروع کیا۔ اور گھاس کو نوچ نوچ کر کھانے لگا۔ مین خدا کی قسم یہ جو تھا اونٹ نہ ہون گا۔ اور سچ یہ ہے کہ ابوبکر و عمر کے بعد جو شخص اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے گا غیر ممکن ہے کہ سب کو خوش رکھ سکے"

اب مسور بن مخرمہ نے حضرت علی کو بلا بھیجا۔ آپ دیر میں تشریف لائے۔ مگر آپ کو اس میں مطلق شک و شبہ نہ تھا کہ میں ہی خلیفہ منتخب ہوں گا۔ آپ کے بعد حضرت عثمان بلائے گئے۔ اس موقع پر عبدالرحمن نے دونوں صاحبوں سے کچھ گفتگو کی جس کی نسبت عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر نے مجھ سے کہا "جو کوئی تم کو بتائے کہ عبدالرحمن نے دونوں حضرات سے یہ کہا تھا تو جان لو کہ اس نے بے جانے بوجھے کہدیا اور غلط کہتا ہے" اس لیے کہ یہ باتیں بالکل صیغۂ راز میں تھیں اور کسی کو ان کی خبر نہیں ہونے پائی۔ اسی کارروائی پر یہ صحبت ختم ہوئی۔

بعد نماز صبح پھر سب صاحب جمع ہوئے اور اب اس وقت تمام مہاجرین بزرگان سابق الاسلام معززین انصار اور سرداران فوج بلوا کر مسجد نبوی میں جمع کر لیے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد آدمیوں سے بھر گئی اور عبدالرحمن بن عوف نے سب سے کہا "لوگو۔ سب صاحبوں کی رائے یہ ہے کہ تمام حضرات جو مختلف شہروں سے یہاں آئے ہوئے ہیں اپنے اپنے مقامات میں جلدی واپس جائیں۔ لہذا آپ کی واپسی سے پیشتر سب صاحب مجھے اس معاملے میں مشورہ دیں۔ یعنی بتائیں کہ کون صاحب خلیفۂ رسول منتخب کیے جائیں"

یہ سنتے ہی عمار بن یاسر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ نہ پڑے تو علی کے ہاتھ پر بیعت کیجیے" پھر مقداد بن اسود اٹھے عمار کی تائید کی۔ اور کہا "اگر آپ نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ سمعنا واطعنا، یعنی ہم نے سنا اور قبول کیا"

مقداد کے بیٹھتے ہی عبداللہ بن ابی سرح نے اٹھ کر کہا "اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ قریش میں جھگڑا نہ ہو تو عثمان کے ہاتھ پر بیعت کیجیے" اس کی تائید اٹھ کر عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کی اور مقداد کیطرح کہا "اگر آپ نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم کہتے ہیں کہ "سمعنا واطعنا" ابن ابی سرح اپنی تائید ہوتے دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور عمار نے کہا "یہ تم کب سے مسلمانوں کے

ناصح بن گئے؟"

یہ اختلاف بڑھا اور بنی ہاشم اور بنی اُمیہ میں رد و قدح ہونے لگا۔ یہ نزاع دیکھ کر عمار بن یاسر اُٹھے۔ اور سب لوگوں کی طرف خطاب کر کے کہا "لوگو! اللہ جل شانہ نے ہمکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف و وقار بخشا۔ اور اپنے دین کے ذریعے سے عزت و ممتاز کیا۔ لہذا خلافت کو خاندان نبوت سے نکال کر کدھر ہٹائے لیے جاتے ہیں" یہ الفاظ سُن کر ایک مخزومی شخص بولا "ابن سُمیہ تم اپنی حد سے گزر گئے تمھیں حکومت قریش سے کیا واسطہ؟"

لوگوں کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت سعد نے جناب عبدالرحمن سے کہا "آپ اپنے کام سے فراغت کریں۔ اور فتنہ پیدا ہونے سے پہلے فیصلہ کر دیں" چنانچہ حضرت عبدالرحمن نے پہلے یہ کہا کہ امیدواران خلافت سے عہد لیا کہ "اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم اور سیرت شیخین ابو بکر و عمر پر کاربند رہیں گے۔ اور اگر آپ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ راضی رہیں گے۔ قبول کریں گے۔ اور منکر و مخالف کے مقابلے میں میرا ساتھ دیں گے" یہ عہد لیتے ہی اُنھوں نے حضرت علی کو بلایا آپ اُٹھ کر قریب گئے تو کہا "آپ سے خدا کا واسطہ دلا کر عہد لیا جاتا ہے کہ ہمیشہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلعم اور سیرت ہر دو خلیفہ ماسبق کی پیروی کریں گے" حضرت علی نے جواب دیا "کہ میں اپنے علم کی حد تک اور جہاں تک ممکن ہے اس عہد کی پابندی کروں گا" اس کے بعد حضرت عثمان کو بلا کے اُن سے بھی وہی عہد و پیمان لیا۔ اور انھوں نے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ "ہاں میرا طرز عمل یہی رہے گا"

اس واقعے کو ابن قتیبہ نے ذرا اختلاف اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف نے پہلے حضرت عثمان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور کہا "خدا کو درمیان دیکر عہد و پیمان کیجیے کہ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم و سنت شیخین پر قائم رہیں گے۔ اور حضرت عمر کی اس شرط کو بھی پورا کریں گے کہ مسلمانوں

کی قسمت بنی اُمیہ مین سے کسی کے ہاتھ مین نہ دے دین گے۔ حضرت عثمان نے بے عذر اقرار کر لیا۔ اس کے بعد اُنھون نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اُن سے بھی یہی اقرار کرانا چاہا۔ مگر جب اُن کے سامنے حضرت عمر والی شرط پیش کی گئی کہ مسلمانون کی قسمت بنی ہاشم مین سے کسی کے ہاتھ مین نہ دے دین گے۔ تو اُنھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور کہا "جب آپ نے خلافت کا بار میری گردن پر رکھ دیا تو پھر آپ کو اس سے کیا غرض؟ مین جو مصلحت دیکھون گا کرون گا۔ اور جس مین قوت و امانت پاؤن گا عام اس سے کہ ہاشمی ہو یا کوئی اور اُسے حاکم مقرر کرون گا" عبدالرحمن نے اس شرط پر اصرار کیا اور حضرت علیؓ نے قطعاً انکار کیا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالرحمن نے پھر حضرت عثمان کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا اور آسمان کیطرف سر اُٹھا کر کہا "خداوندا سُن۔ بالیقین۔ اس بارہ خاص مین جو امر میرے ذمے تھا اُس کو مین نے عثمان کے ذمے کر دیا" اور یہ کہتے ہی اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت عبدالرحمن نے اس موقع پر جو تقریر کی اُس کا آغاز اس سے تھا کہ "مین دیکھتا ہون لوگ عثمان کے سوا کسی کو پسند نہین کرتے" اور ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی سلسلۂ تقریر مین اُنھون نے حضرت علی سے کہا "یا علی مین نے لوگون کے خیالات کا پتہ لگایا اور کسی کو بھی عثمان کے خلاف نہ پایا۔ لہذا آپ خلافت کی امید کو اپنے دل سے نکال ڈالیے"

حضرت علی نے اپنی امید کے خلاف جب دیکھا کہ خلافت میرے ہاتھ سے نکل گئی اور عبدالرحمن نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو فرمایا "یہ پہلا ہی دن نہین ہے کہ اس بارے مین آپ لوگون نے ہم پر زیادتی کی ہو۔ لہذا صبر ہی بہتر ہے۔ خدا کی قسم آپ نے عثمان کو اس لیے حاکم بنایا کہ اُن کے بعد خلافت آپ لوگون کو ملے" اس لیے کہ اُن کی وفات کی سب سے پہلے امید تھی۔ یہ سُن کر عبدالرحمن نے کہا "علی۔ اپنے خلاف حجت نہ پیدا کرو۔ ایسی باتین نہ کہو جن کی باز پُرس کی جا سکے" اُن کے یہ الفاظ سُن کر حضرت علی وہان سے اُٹھ کر چلے آئے اور فرمایا "جو قسمت مین لکھ گیا ہے ضرور پورا ہو گا"

کہتے ہین کہ اس صحبت کے بعد مقداد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا "آپ نے علی کو چھوڑ دیا۔ مگر وہ خدا کی قسم اُن لوگون مین ہین جو فیصلہ حق کرتے ہین اور عادل ہین"۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا "مقداد مین نے مسلمانون کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے مین خدا کی قسم بڑی مشقت کی ہے"۔ یعنی عام لوگون کی رائے دریافت کرنے اور اس بات کا پتہ لگانے مین کہ کثرت رائے کس طرف ہے۔ یہ سُن کر مقداد مطمئن ہو گئے اور کہا "اگر آپ نے یہ کام خالصۃً للہ کیا ہے تو بارگاہ الٰہی سے آپ کو اس کا اجر ملے گا"۔ مگر باوجود اس کے مقداد کی ذاتی رائے یہی تھی کہ حضرت علی کو منتخب ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اُن کی زبان سے نکل گیا "حضرت رسول اکرم کی وفات کے بعد جیسی مصیبت اس خاندان پر پڑی ویسی مصیبت مین نے کہین نہین دیکھی تھی۔ مجھے قریش سے تعجب ہے کہ انھون نے اُس شخص کو چھوڑ دیا جس سے زیادہ منصف مین کسی کو نہین پاتا۔ کاش مجھے مدد و معاون ملتے"۔ اُن کا یہ جملہ سُن کر عبدالرحمٰن نے کہا "مقداد خدا سے ڈرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمھاری ذات سے فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو"۔

کسی نے مقداد سے پوچھا "اس خاندان اور اس شخص سے آپ کس خاندان اور کس شخص کو مراد لیتے ہین؟" جواب دیا "خاندان عبدالمطلب اور علی بن ابی طالب کو"۔ مقداد کا یہ قول حضرت علی کے گوش گذار ہوا تو فرمایا "لوگون کی نظر قریش پر ہے۔ اور قریش کی نظر باہم ایک دوسرے پر۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر بنی ہاشم حاکم ہو گئے تو پھر ہمیشہ وہی حاکم رہین گے۔ اور کسی غیر کو خلافت نہ ملے گی۔ لہذا چاہتے ہین کہ اُسے آپس مین گردش دیتے رہین"۔

اِن تمام واقعات سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے دو سبب ہوے۔ اول یہ کہ بجز چند مخصوص لوگون یا بنی ہاشم کے تمام مہاجرین و انصار کی عام رائے اُن کے موافق تھی۔ اور دوسرے یہ کہ حضرت علی نے عبدالرحمٰن بن عوف کے سامنے حضرت عمرؓ کی اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کیا کہ بنی ہاشم کو حکومت مین زیادہ اقتدارات نہ دین گے۔ گو حضرت علی کے طرفدارون کو یہ امر ناگوار گذرا۔ لیکن اس سے انکار نہین

کیا جا سکتا کہ حضرت عثمان کے طرفداروں کی کثرت تھی۔ اور اگر اُن کا انتخاب نہ ہوتا تو ہنگامہ پیدا ہونے کا زیادہ اندیشہ تھا۔ کیونکہ جو ذی اثر لوگ اُن کے موافق تھے غالباً وہ کوئی سخت ہنگامہ اُٹھا کے کھڑا کر دیتے۔

حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد اہل شوریٰ نے حضرت عثمان پر اتفاق کر کے عصر کے وقت اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ساتھ ہی مسجد نبوی کے مؤذن حضرت صہیب نے عصر کی اذان دی۔ تکبیر سے پہلے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عثمان نے برآمد ہو کر نماز پڑھائی۔ اور اہل وطائف کے سو سو دو درہم بڑھا دیے پھر اسی وقت حکم جاری فرمایا کہ تمام ممالک مقبوضۂ اسلام کے وفدان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ کی جانشینی کے وقت وفدوں کے طلب کیے جانے کی بنیاد حضرت عثمان ہی کے وقت سے پڑی۔ یہ حکم دینے کے بعد حضرت عثمان نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی جس میں لوگوں کو نصیحتیں کیں! اور اس تقریر کے ختم ہوتے ہی اہل شوریٰ کے علاوہ تمام صحابہ اور دوسرے لوگ ٹوٹ پڑے کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اُسی روز حضرت طلحہ سفر سے واپس آ گئے۔ اُن سے تمام واقعات بیان کر کے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کی گئی۔ تو پوچھا "سارے قریش راضی ہو گئے؟" جواب ملا "ہاں"، تب وہ اُٹھ کر سیدھے حضرت عثمان کے پاس گئے۔ جناب عثمان نے فرمایا "آپ کو ابھی تک رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ کو میرے منتخب ہونے میں اختلاف ہے تو میں خلافت سے دست بردار ہوا جاتا ہوں"۔ طلحہ نے پوچھا "کیا آپ واقعی دست بردار ہو جائیں گے؟" فرمایا "بے شک"۔ اب طلحہ نے پوچھا "سب لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی؟" جواب دیا "ہاں"۔ اس پر مطمئن ہو کر وہ بولے "تو پھر میں بھی راضی ہوں"، اور بیعت کر لی۔

خلیفہ ہوتے ہی آپ کے سامنے پہلا جھگڑا پیش ہوا کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہ نے اپنے والد کے قاتل ابو لؤلؤ اور چند اور مقیم مدینہ عجمیوں کو جو اُس کی سازش میں شریک نظر آتے تھے مجنونوں کی طرح

حملہ کرکے بلا لحاظ اس کے کہ وہ مسلمان ہین یا کافر حربی ہین یا ذمی قتل کر ڈالا حضرت سعد بن ابی وقاص نے اُنھین پکڑکے تلوار چھین لی۔ اور حضرت عثمان کے سامنے لائے حضرت علی نے فتویٰ دیا کہ اُن پر قصاص جاری کیا جائے بعض صحابہ اس فتوے پر بگڑ گئے کہ "کل عمر مارے گئے اور آج اُن کا فرزند بھی قتل کیا جائے" آخر کار حضرت عثمان نے اپنے پاس سے خون بہا دیکر اُن کو بچایا۔ مگر حضرت علی اپنے فتوے کی تعمیل پر مُصر تھے جس کے اندیشے سے عبید اللہ مدینے سے بھاگ کر شام مین چلے گئے حضرت معاویہ کے پاس پناہ لی۔ اور معرکۂ صفین مین حضرت علی کے مقابلے پر لڑتے ہوئے مارے گئے۔

حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۴ھ مین والیان ملک مین کوئی ردوبدل نہین کیا بجز حضرت سعد کے جن کو حضرت فاروق کی ہدایت کے مطابق والی کوفہ مقرر کرکے مغیرہ بن شعبہ کو اس خدمت سے ہٹا دیا تھا۔

فتوحات کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ بلکہ پہلے کی نسبت اُس کا جوش و خروش بڑھ گیا تھا۔ اسکندریہ والون نے رومیون کی سازش اور مدد سے بغاوت کی تھی۔ عمرو بن عاص ایک طوفان کیطرح پہونچے اور سب کو سیدھا کر دیا۔ رومی سپہ سالار اور اُس کا بہت سا لشکر قتل ہو گیا۔ وہان کی رعایا مین سے جو لوگ خلافت کی اطاعت سے باہر نہ ہوئے تھے۔ اور باغی رومیون نے اُن کو نقصان پہونچایا تھا حضرت عمرو بن عاص نے اُن کے تمام نقصانات کا بوجہ احسن معاوضہ کر دیا۔

الجزیرہ مین بھی شورش ہوئی تو جناب سعد نے کوفے سے لشکر بھیجکر اُس کی اصلاح کر دی۔ پھر خود جاکر ملک دیلم مین جہاد کیا اور غانم و سالم واپس آئے تھے کہ اُن مین اور عبد اللہ بن مسعود مین جو کوفہ کے مہتمم خزانہ تھے ایک قرض کی بنا پر رنجش ہو گئی۔ اور حضرت عثمان نے سعد کو ایک ہی سال کے اندر معزول کرکے ولید بن عتبہ کو والی کوفہ مقرر کر دیا۔ جو حضرت عمر کے زمانے سے الجزیرہ کے والی چلے آتے تھے۔

ولید نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی بڑی سرگرمی اور دینی مستعدی سے آذربائجان کی بغاوت فرو کی۔ وہان کی بہت سے شہر فتح کیے۔ اور مشرقی آرمینیہ کے بہت سے سرکش شہرون کو مطیع خلافت بنا لیا۔ ان ہی مہمون مین مصروف تھے کہ حسب فرمان عثمانی سلیمان بن ربیعہ باہلی کو آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانان شام کی کمک پر روانہ کرنا پڑا جن پر رومیون نے بڑے زور و شور سے حملہ کر دیا تھا۔

رومیون کی شورش کا باعث یہ ہوا کہ حضرت عثمان کے حکم سے جناب معاویہ نے حبیب بن مسلمہ کو لشکر شام کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے مغربی آرمینیہ پر روانہ کیا۔ اُنھون نے شہر قالی قلا کو محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ اور وہان کے کچھ لوگ جلاوطن کر دیے جو روم مین چلے گئے۔ اس پر بہم ہو کے موریان نام رومی بطریق جو سارے ملک آناطولیہ کا فرمان روا تھا اسّی ہزار لشکر کے ساتھ چڑھ آیا۔ حبیب نے حضرت معاویہ کو اس کی خبر کی۔ اُنھون نے حضرت عثمان کو لکھا۔ اور آپ نے کوفے سے مدد بھجوائی۔ چنانچہ اسی حکم کے بموجب سلمان لشکر عراق کے ساتھ جا پہونچے۔

اُن کے پہونچنے پر حبیب کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور ایک رات کو چلے کہ موریان کے لشکر پر شب خون ماریں۔ لباس جنگ سے آراستہ ہوتے دیکھ کر اُن کی بیوی اُم عبداللہ نے پوچھا "کہان؟" کہا "جاتا ہون موریان کے حرم مین گھس پڑون گا" یہ کہہ کے گئے اور زور و شور سے حملہ کر کے دشمنون کو مارتے گراتے موریان کی حرم سرا تک جا پہونچے۔ اندر قدم رکھا ہی تھا کہ دیکھا غیور و حوصلہ مند بیوی سامنے کھڑی ہین۔ سمجھ گئے کہ یہ نہین چاہتین میری نظر اِن کے سوا کسی غیر حرم سرا کی عورتون پر پڑے۔

اسی شب خون مین رومیون کو بھگانے کے بعد حبیب ایک طرف چلے اور سلمان دوسری طرف۔ دونون نے بہت سے شہرون کو فتح کیا۔ بہت سے سرکشون کو مطیع بنایا۔ اور بہت سے فرمان رواؤن کو تابع فرمان کر لیا۔ ان کے فتوحات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ مگر افسوس کہ اُس کے بیان کرنے

کے لیے ہمارے پاس وقت نہین۔

اُدھر خود حضرت معاویہ نے روم پر حملہ کردیا۔ اُن کی آمد سنتے ہی رومی اپنے تمام شہرون کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت معاویہ نے اُن شہرون کو بہت آسانی سے اپنے قبضے مین کیا۔ شام اور الجزیرہ کے مسلمانون کو لے جاکر اُن تمام شہرون مین بسایا۔ اور رومی قلعے منہدم کرادیے۔

اِن واقعات مین عہد عثمانی کے دو ابتدائی سال ۲۴ھ و ۲۵ھ ختم ہوگئے اور ۲۶ھ شروع ہوا۔ ۲۵ھ مین حضرت عثمان کے حکم سے اُن کے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح دس ہزار فوج لے کر افریقہ پر حملہ آور ہوے تھے۔ اور حضرت عثمان نے وعدہ کیا کہ اگر تم فتحیاب ہوے تو غنیمت کا پانچوان حصہ جو خلافت کا حق ہے تم کو انعام مین دیا جائے گا۔ اُنھون نے شمالی افریقہ کے بہت سے شہر فتح کیے۔ بہت جگہ جوہر شجاعت دکھایا۔ آخر مین جب دشمنون کی کثرت اور یورش دیکھی تو اُن سے صلح کرکے واپس چلے آئے۔ اور حضرت عثمان سے درخواست کی کہ اُس سرزمین پر زبردست لشکر کے ساتھ دوبارہ حملہ کرنے کی اجازت ہو۔ حضرت عثمان نے ابن ابی سرح سے جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کرنے کے علاوہ اُنھین کو والی مصر بھی مقرر فرمایا۔ اور عمرو بن عاص کو معزول کیا جس سے وہ ناراض ہوگئے۔ اور آخر تک ناراض ملکہ حضرت ذی النورین سے اختلاف کرتے رہے۔ والی مصر مقرر ہونے کے بعد ابن ابی سرح صحابہ کا ایک زبردست لشکر ہمراہ لے کر پھر مغرب کیطرف چلے۔ طرابلس الغرب مین رومیون کو سخت شکست دی۔ پھر آگے بڑھے۔ اور متفرق لشکر بھیج بھیج کر اطراف وجوانب کے بہت سے شہرون پر قبضہ کرلیا۔

اُن دنون الجزائر سے مراکش تک اُس سرزمین کا فرمان روا گریگوری نام ایک رومی سردار تھا جسے مؤرخین عرب جرجیر کہتے ہین۔ اُس نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کرکے مقابلہ کیا۔ مگر پہلے ہی لڑائی مین شکست کھائی۔ اور قلعہ بند ہوکے لڑنے لگا۔ اب اُس نے اشتہار دیدیا کہ "جو کوئی مسلمانون کے سردار کا سر کاٹ لائے گا اُسے ایک لاکھ دینار انعام ملین گے۔ اور مین اپنی

بیٹی اُس کے نکاح مین دے دون گا"

اس اشتہار کے اندیشے سے عبداللہ بن ابی سرح اپنے خیمے سے نہ نکلتے۔ اور لڑائی ختم ہونے کو آئی۔ یہ حال مدینے مین معلوم ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر چند رفیقون کے ساتھ ان کی کمک پر روانہ ہوے۔ زمین کی طنابین کھینچتے ہوے افریقہ مین جا پہونچے۔ جاتے ہی یہ اعلان کر کے کہ "جو جرجیر کا سر کاٹ لائے گا اُسے اُس کی بیٹی اور ایک لاکھ دینار انعام مین ملین گے۔ اور وہی حاکم طرابلس بھی بنایا جائے گا" جرجیر کے اشتہار کو اُسی پر الٹ دیا۔ انجام یہ ہوا کہ جرجیر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور افریقہ کی رومی شاہزادی اُن کے حرم مین داخل ہوئی۔

اس واقعے کے بعد سارا افریقہ ابن ابی سرح کے قبضے مین تھا۔ اس مہم کا مال غنیمت مدینے مین پہونچا تو اُس کو مروان بن حکم نے پانچ لاکھ درہم پر یکمشت مول لے لیا۔ اور پھر حضرت عثمان نے وہ قیمت کی رقم بھی اسی کو عنایت فرما دی۔ غرض پہلی فتح افریقہ کا خمس غنیمت عبداللہ بن ابی سرح کو ملا۔ اور دوسری فتح کا خمس مروان کو جس پر اکثر لوگ معترض ہوگئے۔ اس مہم کے ختم ہونے پر حضرت عثمان نے عبداللہ بن نافع کو والی افریقہ مقرر فرما دیا۔

حضرت عثمان کے عہد کا یہ واقعہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت معاویہ کی تحریک پر آپ نے دریا کے راستے سے بحری جہاد کی اجازت دے دی۔ حضرت فاروق اعظم مسلمانون کے لیے سمندر کے خطرے برداشت کرنے کے سخت خلاف تھے۔ اور بحری جہاد کی کسی طرح اجازت نہ دیتے تھے۔ اب اجازت ہوتے ہی شام سے پہلی بحری مہم روانہ ہوئی جس نے جزیرۂ قبرس (سائپرس) پر قبضہ کر لیا۔ اسلام کے اس پہلے جنگی بیڑے کے امیر البحر عبداللہ بن قیس حارثی تھے۔ اور ابو ذر غفاری۔ عبادہ بن صامت۔ اُن کی محترم بیوی اُم حرام۔ ابو درداء۔ اور شداد بن اوس کے ایسے معظم و محترم صحبت یافتگان رسالت مآب اُس کے نامور مجاہد تھے

اور عبداللہ بن ابی سرح بھی اپنا مصری بیڑہ لیکر شامی بیڑے سے آملے تھے۔ خاتون محترم ام الحرام نے خاک قبرس پر اپنے خیمہ سے گر کر جان دی۔ اور حضرت رسالت صلعم نے اُن سے جو پیشین گوئی فرمائی تھی، کہ اسلام کا جو پہلا بحری لشکر جہاد کرے گا۔ اس مین تم بھی ہوگی، پوری ہوگئی۔

پہلے نامور امیر البحر خلافت عبداللہ بن قیس نے بڑی خوش تدبیری اور شجاعت کے ساتھ پچاس سے زیادہ بحری معرکے سر کیے۔ اور پھر اپنی تمنا کے مطابق شہید ہوے۔

اب حضرت عثمان نے کئی سال غور و خوض فرمانے کے بعد والیان ملک مین بہت کچھ تغیر اور ردّ و بدل فرمایا۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کو اہل بصرہ کی درخواست پر وہان کی حکومت سے معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا۔ عامر بن عثمان بن سعد کو خراسان کی حکومت پہ بھیجا۔ جنھون نے نئے جوش کے ساتھ خراسان کے مشرق و شمال مین جہاد شروع کیا تو فرغانہ تک بڑھتے چلے گئے۔ اور اُس علاقے کا کوئی مقام نہین باقی تھا جس نے اطاعت اسلام نہ قبول کر لی ہو۔

عبداللہ بن عمر لیثی کو آپ نے حکومت سیستان پر مقرر کیا۔ اُنھون نے سرکش رعایا کی سرکوبی شروع کی تو کابل تک فتح کر لیا۔ عبداللہ بن معمر کو کرمان مین بھیجا وہ بڑھے تو دریاے ہلمند تک جا پہونچے۔ کرمان مین حسب فرمان خلافت عبدالرحمن بن قیس گئے۔ غرض بہت سے ردو بدل ہوے اور ان مذکورہ حکام کا بھی مختلف مصالح سے چند روز بعد مبادلہ ہوا یا معزول کیے گئے۔ فارس مین سخت بغاوت ہوئی تھی جو بڑی کوشش سے فرو کر دی گئی۔

۲۹ھ مین آپ نے حج فرمایا تو منا و عرفات مین قصر کی عوض نماز پوری رکعتون سے ادا کی۔ اس پر اکثر صحابہ کو اعتراض ہوا اور کہتے ہین کہ حضرت عثمان سے پہلی مخالفت یہی کی گئی۔ مگر آپ فرماتے تھے کہ مکہ اور طائف مین میرے گھر موجود ہین اس لیے مجھے قصر کی ضرورت نہین۔

حکومت کوفہ پر حضرت سعد کی جگہ جو ولید کا تقرر ہوا تو پانچ سال تک لوگ اُن سے نہایت راضی اور خوش رہے۔ اُن کے یہاں حاجب و دربان تک نہ تھے۔ ہر ادنیٰ اور اعلیٰ سے ملتے اور لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آتے۔ لیکن آخر میں عمائد کوفہ کا ایک گروہ اُن سے ناراض ہو گیا۔ جن لوگوں نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے بدلنے کی خواہش کی۔ مگر آپ نے نہ مانا تو وہ لوگ واپس جا کر ولید کو یہ تہمت لگانے لگے کہ نو مسلم شاعر ابو زبید کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مخالفین میں سے ایک بزرگ سوتے میں اُن کی انگوٹھی اُتارنے گئے۔ اور اُسے بارگاہ خلافت میں پیش کر کے کہا "ہم نے اُن کی انگلی سے عالم بدمستی میں یہ انگوٹھی اُتار لی۔ اُن کو شراب پی کر قے کرتے دیکھا۔ اور دن دہاڑے ان کی داڑھی شراب میں تر دیکھی گئی۔" نوبت یہاں تک پہونچی کہ حضرت ذی النورین کے سامنے شہادتوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ کہ ولید نے صبح کی نماز جامع مسجد کوفہ میں ایسی سیہ مستی کے عالم میں پڑھائی کہ بجائے دو کے چار رکعتیں پڑھا گئے اور سلام پھیر کر مقتدیوں سے کہا "کہو تو دو اور پڑھا دوں"۔ غرض اُن پر شراب خواری کا الزام ثابت ہوا۔ حضرت علی نے حد جاری کی جن کے حکم سے عبداللہ بن جعفر طیار نے چالیس دُرّے لگائے۔ اور حضرت عثمان نے اُنھیں معزول کر کے سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کر دیا۔

سعید کا ابھی عنفوان شباب تھا۔ عمر پچیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ مگر حضرت فاروق اعظم نے اپنے آغوش میں پالا۔ اور ملک شام فتح ہونے پر حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ بعد ازاں وہاں سے بُلوا کر فرمایا۔ "میں نے تمہاری آزمایش میں پڑے اور نیکوکار رہے۔ استقلال دکھاؤ خدا برکت دے گا۔"

پھر دو شریف لڑکیاں اُن کے نکاح میں دیدیں۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے وقت اُن کا شمار معززین قریش میں تھا۔ تربیت اور تعلیم کی برکت سے اُن میں حضرت عمر کی اولوالعزمی و خوش تدبیری۔ اور حضرت معاویہ کی

کی تُرد باری دبلند حوصلگی جمع ہو گئی تھی۔ کوفے کی عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی اُنھون نے جو پہلے تقریر کی اُس مین فرمایا "مین تمھارا حاکم مقرر کیا گیا ہون۔ اور بخدا مجھے اس سے نفرت تھی۔ مگر امیرالمومنین کے حکم سے مجبور ہو گیا۔ لوگو۔ فتنہ نمودار ہو گیا اور مجھے سامنے نظر آ رہا ہے۔ مین اُس سے لڑون گا۔ اس مین یا اُسے مٹا دون گا۔ اور یا خود مٹ جاؤن گا۔"

اب کوفے والون سے دغا و نفاق کی صفت زیادہ نمودار ہونے لگی تھی چنانچہ سعید بن عاص نے اس کو اپنی پہلی ہی تقریر مین ظاہر کر دیا۔ اور تحقیق و تفتیش کے بعد حضرت عثمان کو اطلاع کی کہ "کوفے مین بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اس لیے کہ جو شرفا اور معزز گھرانون کے عرب یہان آ کر آباد ہوئے ہین اُن کا زور ہے۔ وہ نہ کسی کو خاطر مین لاتے ہین اور نہ کسی کی پروا کرتے ہین۔" حضرت عثمان نہایت ہی نرم دل اور شفیق و مہربان بزرگ تھے۔ سعید کو جواب مین حکم فرمایا کہ "تم ہر شخص کا حفظ مراتب کرو۔ کسی کو اُس کے حق سے محروم نہ کرو۔ بعد کے آنے والے شرفاے عرب کا طرز عمل بھی اگر وہی ہو جو اگلے فاتحان عجم کا ہے تو اُن کو بھی وہی حقوق دو جو پہلون کو حاصل ہین۔ یہی طریقہ عدل کو قائم رکھے گا۔"

اس موقع پر مختصراً بیان کر دینے کی ضرورت ہے کہ کوفے۔ بصرے اور عربون کی دیگر نو آبادیون مین ارض عرب کے وہ معزز اور نامور خاندان آباد ہو گئے تھے جنھون نے آیران اور تمام شمالی و مشرقی ممالک کو فتح کر کے زیر نگین اسلام بنایا تھا۔ اُن کے فتح کیے ہوے تمام ملکون کی مالگذاری و خراج مین سے پانچوان حصہ حق بیت المال قرار دے کر باقی چار حصے وظائف کے طور پر اُنھین لوگون مین اُن کے سابقہ حقوق کے لحاظ سے تقسیم کر دیے جاتے۔ اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُن کی دولتمندی کس قدر بڑھ گئی تھی۔ ایک خمس حصہ نکال کر مشرقی و شمالی ساری قلمرو خلافت کی کل مالگذاری اُنھین کو ملتی تھی۔ اور اس دولتمندی کا یہ انجام بھی بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ اُن لوگون مین اب فقط اپنے اگلے کارنامون کا فخر و ناز اور محض غرور باقی رہ گیا تھا۔ اور تمام ذاتی صفات فنا ہوتے جاتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم نے اُن کی نخوت کو اعتدال پر رکھنے اور بہت سے اور قومی و دینی مصالح سے تاکیدی حکم جاری فرما دیا تھا کہ یہ لوگ عراق وعجم کی زمینداریان اور جائدادین نہ حاصل کرنے پائین اور اگر ان مین سے کوئی ان کی کسی جائداد کو مول بھی لے تو وہ بیع مسترد کرادی جائے۔ اس لیے کہ حکم خلافت کے خلاف ہے۔ حضرت عثمان نے مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوتے ہی اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور عراق کے معززین عرب خصوصاً قریش لوگ جن کے پاس دولت کے رکھنے کے لیے جگہ نہ رہی تھی بے تکلف ریاستین خرید خرید کے رئیس اعظم اور مرزبان عجم بننے لگے۔ چنانچہ وہ علاقہ جو تاجداران آل ساسان کے صرف خاص تھا امرائے قریش کی ریاست بن گیا۔ اور اب بجائے عربی سپاہی ہونے کے وہ عالیمرتبہ اور عیش پرست امرائے نامدار بن گئے۔ اس کے ساتھ عربی آزادی سب کی رگ و پے مین سرایت کیے ہوے تھی۔ جو کسی کے آگے سر جھکانے نہ دیتی۔"

چنانچہ اب اُن لوگون کی یہ حالت تھی کہ نہ اپنے والیون کی پروا کرتے۔ نہ کسی اور کو خطرے مین لاتے۔ اور خلافت کے احکام سے بھی سرتابی کرتے تھے۔ اسی سبب سے اُن مین باہم پھوٹ پڑتی۔ مخالفتین ہوتین اور اُن کی خواہش ہوتی کہ حکومت کو اپنے خیالات کے تابع کرلین۔ یہی حالت دیکھ کر سعید نے حضرت امامت پناہ کو یہ حالات لکھے۔ مگر حضرت عثمان کی نیک نفسی نے اس کو معمولی بات تصور فرمایا۔

سعید کوفے کے شریفون سے برابری کا برتاؤ کرتے۔ اور اپنے گھر کی صحبت مین اُن لوگون کو اخوان الریاست کی حیثیت سے شریک ہونے کا موقع دیتے۔ مالک اشتر وغیرہ جو مابین والی ولید کے خاص رفیقون مین تھے اب وہ سعید کے دوست بنے۔ اور سعید نے یہ کارروائی کی کہ حضرت عثمان کے منشاء کے مطابق جناب قادسیہ کے نامورون کو جمع کر کے اُن سے کہا "آپ لوگ یہان کے سردار اور واقف کار ہین۔ لہذا لوگون کی حاجتین ہم پر ظاہر کر دیا کیجیے" جو فائدہ

ان لوگون کے بعد یہان آکر بسے تھے اُن مین سے جو بہادر اور سپہ گر تھے وہ بھی اسی اعلیٰ طبقہ رعایا مین شامل کر دیے گئے۔ اور صاحب علم قاریان قرآن کو بھی سعید نے اسی اعلیٰ طبقے مین رکھا۔ اس کارروائی پر اُن لوگون مین چہ میگوئیان ہونے لگین جو اس ممتاز طبقے مین نہین شامل کیے گئے تھے۔

سعید نے یہ حالت حضرت عثمان کو لکھی تو آپ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے سعید کا خط سنایا۔ اور سب نے کہا "آپ نے جو کیا مناسب کیا"۔ ان کا یہ جواب سُن کر حضرت عثمان نے مجمع عام مین یہ تقریر کی "اے اہل مدینہ طیار ہو جاؤ۔ اور حق پر ثابت قدم رہو۔ فتنے اُٹھے اور تمھاری طرف چل پڑے ہوئے۔ مجھ سے جہان تک بنے گا خدا کی قسم تمھارے حقوق کی نگہداشت کرون گا۔ اب یہ انتظام کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ عراق مین جہاد کر کے حق حاصل کرین وہ یہان مدینے مین بیٹھ کر بھی اپنے حقوق پا سکین گے"۔

حضرت عثمان کا مقصد یہ تھا کہ بہت سے اہل کوفہ عراق کو چھوڑ کر اپنے پُرانے وطن حجاز مین چلے آئین۔ اور وہان کا فتنہ دور ہو۔ لوگون نے پوچھا "دگر ممالک سے ہمارے حقوق کو آپ یہان کیسے منتقل فرمائین گے"۔ فرمایا "حجاز مین والون مین سے جس کا جی چاہے اپنے حق کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر ڈالے"۔ اس پر لوگ خوش ہوئے اور مختلف قبائل کے لوگون نے بہت سے حقوق مول لے لیے۔ مگر باوجود اس کے جو لوگ کوفے مین متوطن ہو گئے تھے اُن مین سے شاذ و نادر ہی کسی نے حجاز کا رخ کیا۔

یہ اندرونی انتظامات کر کے سعید جہاد مین مصروف ہوئے طبرستان کا حاکم باغی ہو گیا تھا۔ اور زبردست لشکر جمع کر کے مقابلے کو طیار تھا۔ سعید نے ۴۴ھ مین اُدھر کا رخ کیا تو اُن کے علم اسلام کے نیچے حضرات حسن بن علی حسین بن علی۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ عبداللہ بن عمر بن عاص۔ حذیفہ بن الیمان اور عبداللہ بن زبیر کے ایسے واجب الاحترام بزرگان امت اور ان کے علاوہ اور بہت سے جلیل القدر صحابہ یا فتگان

رسالت صلعم موجود تھے۔ اس فوج ظفر موج نے جُرجان کو فتح کیا۔ پھر طبرستان کا سخت معرکہ سر کیا۔ بعد ازاں کوہ قاف کے شہروں پر قبضہ کیا اور معرکہ آرائیاں کرکے واپس آئی۔

اسی سفر میں حضرت حذیفہ کو نظر آیا کہ قرأت قرآن میں اختلاف پڑا جاتا ہے چنانچہ سعید سے کہا کہ "حمص۔ دمشق بصرے اور کوفے سب جگہوں کی قرأت جدا ہو گئی ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی صحت کا دعویٰ ہے۔ کوفے والے کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو عبداللہ بن مسعود سے سیکھا ہے۔ بصرے والے اپنی قرأت کو ابو موسیٰ اشعری کی قرأت منسوب کرتے ہیں۔ یہی حال اور شہروں کا ہے اور اگر ابھی سے خبر نہ لی گئی تو بڑی خرابی پیدا ہو جائے گی" سعید نے اکابر امت سے مشورہ لیا تو اکثر صحابہ اور تابعین نے حذیفہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر کوفے والے پیروان ابن مسعود کہنے لگے "ہماری قرأت میں آپ کو تامل کیا ہے؟" اختلاف قرأت سے یہاں طرز ادا اور لہجہ ہی نہیں مراد ہے بلکہ لفظوں میں بھی اختلاف پڑ گیا تھا۔ اور جس طرح معمولی روایتوں میں معمول ہے کہ لوگ اُن کو اپنی زبان اور اپنے محاوروں کے مطابق بیان کرنے لگتے ہیں اور اصلی الفاظ نہیں محفوظ رہتے۔ یہی حال قرآن مجید کا بھی ہو گیا تھا۔ اور اس کا باعث یہ تھا کہ مسلمان ساری دنیا میں پھیل گئے۔ مگر قرآن کا کوئی مکمل و مستند نسخہ کہیں موجود نہ تھا۔ جو صحت الفاظ کا محافظ اور عام قاریوں کا مرجع ہو۔ کوفے والوں کے دعوے پر حذیفہ نے بگڑ کر کہا "تم جاہل لوگ ہو۔ اور نہیں سمجھ سکتے کہ کیا غلطیاں کر رہے ہو۔ بس چپ رہو۔ میں امیرالمومنین کی خدمت میں جا کر عرض کروں گا کہ مسلمانوں کو اس غلطی سے بچائیے" اُن کے اس قول پر اہل کوفہ اور زیادہ بگڑے۔ اس لیے کہ سرکشی اور اختلاف کے جذبات اُن کے سرشت میں داخل تھے۔ مگر تعجب کی یہ بات ہے کہ کہتے ہیں ابن مسعود کو بھی حذیفہ کے کہنے کا ملال ہوا۔

آخر حضرت حذیفہ نے مدینے میں آکر اسلام کی یہ مصیبت حضرت عثمان کے سامنے بیان کی۔ آپ نے صحابہ کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ اور

سب کی راے قرار پائی کہ اس بارے مین غفلت نہ ہونی چاہیے۔ الغرض حضرت عثمان آمادہ ہو گئے کہ قرآن مجید کا ایک صحیح نسخہ مکمل کرکے مسلمانون کے ہاتھ مین دیدین۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد مبارک مین قرآن کا جو نسخہ حضرت زید بن ثابت نے طیار کیا تھا وہ جناب ام المومنین حفصہ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے اس کو منگوا کر صاحب علم و بصیرت صحابہ اور مستند قارئون یعنی حضرت زید بن ثابت۔ عبداللہ بن زبیر۔ سعید بن عاص۔ اور عبدالرحمن بن حرث بن ہشام کو حکم دیا کہ اس کی مختلف نقلین کرین ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ "اگر آپ مین باہم کسی آیت کے الفاظ مین اختلاف پڑے تو محاورہ قریش کو معیار صحت قرار دیجیے۔ اس لیے کہ قرآن مجید قریش کی زبان مین اترا ہے"

اس طریقے سے کئی نقلین طیار ہو گئین تو آپ نے اس اصل نسخے کو حضرت حفصہ کے پاس واپس بھیجدیا۔ اور ان نقل شدہ نسخون کو شام و عراق و مصر مین بھیجکر ہدایت فرمائی کہ مسلمان اسی نسخے کو اختیار کرین اور اس کے خلاف تلاوت نہ کی جائے۔ چند زائد اوراق برآمد ہوئے تھے تحقیق سے ان کی کچھ اصلیت نہ ثابت ہوئی تو حضرت عثمان نے ان کو جلوا دیا۔

آپ کی اس خدمت دین کو سب نے پسند کیا۔ جب کوفے مین یہ نسخہ پہونچا تو صحبت یافتگان رسالت تو بہت مسرور و محظوظ اور مطمئن ہو گئے۔ مگر عبداللہ بن مسعود کے شاگردان کوفہ نے اس کے قبول کرنے مین تامل کیا۔ خود حضرت ابن مسعود نے اپنے پیروون کا یہ رنگ دیکھا تو انھین اختلاف سے روکا۔ اور فرمایا "حضرت عثمان نے بڑا اہم کام انجام دیا ہے۔ میرے سپرد ہوتا تو مین بھی وہی کرتا جو انھون نے کیا"

اب مسلمانون کی بدقسمتی سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ساری دنیاے اسلام کو دہلا دیا۔ حضور سرور عالم نے سلاطین ارض سے مراسلت کرنے اور دنیا کے سخر و زیر نگین نبوت بنانے کے لیے چاندی کی ایک انگوٹھی

بنوا کر زیب انگشت فرمائی تھی۔ جو آپ کی مُہر سمجھی جاتی تھی اور تمام مراسلتوں فرمانوں اور معاہدوں پر ثبت کی جاتی۔ آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر اسی مُہر سے مُہر خلافت کا کام لیتے رہے۔ حضرت عمر کے عہد میں بھی وہی انگوٹھی یہ کام دیتی رہی۔ اور حضرت عثمان بھی اس وقت تک اُسی مُہر سے مُہر خلافت کا کام لیتے رہے تھے۔

اس زمانے میں مدینے سے دو میل باہر اریس نام ایک بستی تھی۔ وہاں حضرت عثمان نے مسلمانوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے ایک کنواں بنوایا تھا۔ اس کی جگت پر بیٹھ کر اتفاقاً آپ نے وہ انگوٹھی انگلی سے اُتاری اور اُس کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے کہ ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں جا رہی۔ لوگوں نے کنوئیں میں اُتر کے ہزار ڈھونڈھا پتہ نہ لگا۔ حضرت عثمان کو اس کا بے حد صدمہ ہوا۔ اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس انگوٹھی کو لائے گا اُسے بہت کچھ انعام ملے گا۔ پھر ویسی ہی ایک انگوٹھی بنوا کر جس پر وہی الفاظ کندہ تھے پہن لی۔ یہ انگوٹھی اُس وقت تک آپ کی انگشت مبارک میں رہی جب تک شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد دیکھا تو غائب تھی۔ اور پتہ نہ لگا کہ کیا ہوئی۔ سچ یہ ہے کہ اُس انگشتری رسالت کے خارج ہوتے ہی خدا نے خلافت اسلامیہ سے اپنی برکتیں اُٹھا لیں۔ اور فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔

اسی زمانے میں حضرت ابوذر غفاری کا جھگڑا پیش آیا۔ ابوذر کا شمار اگرچہ متقی ترین صحابہ میں کیا جاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ اپنے مسلک کے لحاظ سے انھیں تین سو برس بعد ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ اُن کی شان کے زہاد و اتقیا کثرت سے پیدا ہو گئے تھے اور مقتدایان امت و مرجع عام بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوذر آیۂ کریمہ۔ اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ کا یہ مطلب سمجھتے تھے کہ سونا چاندی جمع کر کے رکھنا حرام ہے۔ جتنا ہاتھ آئے روز کار روز خدا کی راہ میں صرف کر ڈالنا چاہیے۔ اگر اس آیت کے یہی معنی لیے جائیں تو زکوٰۃ کوئی چیز نہیں باقی رہتی۔ خود یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ جو لوگ

سونا چاندی جمع کرتے اور خدا کی راہ مین نہین دیتے یعنی زکوۃ نہین ادا کرتے مگر وہ اس مطلب کو نہ سمجھے۔ اور جو مسلمان دولت جمع کرتا اُس کے سر ہو جاتے اور لڑنے لگتے۔ تمام صحابہ سے اُن سے مخالفت ہو گئی۔ ملک شام مین اُن کا قیام تھا اور جناب معاویہ سے کسی طرح نہ بنتی تھی۔

اس پر طرّہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن سبا ملقب بہ ابن سوداء جس کا مفصل حال ہم اسی خطبے مین بعد بیان کرین گے۔ اس نے اُن سے مل کے کہہ دیا کہ "معاویہ مال و دولت کو خدا کی ملکیت بتاتے ہین اور اس مین اُن کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو مسلمانون کی ملکیت نہ تسلیم کرین اور جس چیز کو چاہین اُن سے چھین لین"۔ وہ سیدھے آدمی اُس کے فقرے مین آ گئے۔ فوراً معاویہ کے پاس پہونچے اور پوچھا "آپ مسلمانون کے مال کو خدا کا مال کیون بتاتے ہین؟" اُنھون نے کہا "اس لیے کہ ہم سب خدا کے پیدا کیے ہوئے بندے ہین لہذا ہمارا مال بھی خدا کا ہے"۔ ابوذر نے کہا "تو آپ یہ نہ کہا کرین"۔ انھون نے جواب دیا "اچھا مین اُسے مسلمانون ہی کا مال کہا کرون گا"۔ اُس کے بعد بھی روز آمدنی ملک کے روز روز خرچ کر ڈالنے مین کسی طرح معاویہ سے نہ بنتی تھی۔

آخر جناب معاویہ نے تنگ آ کر حضرت عثمان کو لکھا کہ "ابوذر نے میرا ناک مین دم کر دیا ہے۔ اور اُن کی وجہ سے یہان کے فقیرون نے سخت شورش مچا رکھی ہے۔ آپ نے لکھا "اُنھین میرے پاس بھیج دو"۔ چنانچہ جناب معاویہ نے انھین روانہ کر دیا۔ ابوذر مدینے مین پہونچے تو حضرت عثمان نے پوچھا "لوگ آپ کے کیون شاکی ہو رہے ہین؟" انھون نے اپنا مسلک اور سارے واقعات بیان کر دیے۔ سن کر حضرت عثمان نے فرمایا "ہمارا فقط اتنا کام ہے کہ فصل خصومات کرین اور لوگون کو کفایت شعاری کی تعلیم دین۔ ہمارا یہ کام نہین ہے کہ سب کو ترک دنیا اور زاہد بننے پر مجبور کرین"۔ ابوذر نے اپنے عقیدے پر پھر اصرار کیا تو کعب احبار جو اس صحبت مین موجود تھے بولے "جس کسی نے زکوۃ ادا کر دی وہ اپنے ذمے کے حقوق سے سبکدوش ہو گیا"۔ اس پر ابوذر سخت برافروختہ ہوئے۔ اور اس زور سے کعب کو مارنے بیٹھے کہ وہ زخمی ہو گئے۔ اور انھین گالیان

بھی دین۔ حضرت عثمان نے قصاص کا حکم فرمایا۔ مگر کعب نے معاف کر دیا۔
ابا ابوذر کو مدینہ مین رہنا دشوار تھا۔ اس لیے کہ اُن سے ہر شخص سے مخالفت تھی۔ مجبوراً خود ہی حضرت عثمان سے اجازت لے کے مدینے سے دور ربذہ نام ایک سنسان بستی مین جا کے سکونت اختیار کر لی اور وہین ۳۲ھ مین زندگی ختم کر دی۔

بعض لوگون نے ابوذر کے واقعے کو بہت رنگ کر بیان کیا ہے۔ اور حضرت معاویہ اور جناب عثمان کے ذمے الزام عائد کرنا چاہے ہین مگر وہ کوئی ایسی بات نہین پیش کر سکے جس سے صحیح معنون مین حضرت عثمان پر الزام آ سکتا ہو۔ حضرت ابوذر نے اپنی اجتہادی غلطی سے ایسا عقیدہ اختیار کر لیا تھا جو نہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور نہ دنیا مین بجز چند فقرا اور زہاد کے کسی متمدن قوم کا عام مذہب بن سکتا ہے۔

اسی اثنا مین حضرت معاویہ سارے شام و فلسطین کے والی و فرمانروا بن گئے۔ ملک شام اِن دنون تین وسیع صوبون پر حاوی تھا۔ شمال مین حمص و قنسرین کا صوبہ تھا۔ وسط مین دمشق و اُردن کا صوبہ۔ اور جنوب مین فلسطین کا صوبہ جس سے مراد بنی اسرائیل کی ارض موعودہ تھی اور رومیون کے قبضے سے پہلے ارض یہود اکہلاتی تھی۔

ان صوبون مین سے وسط کے صوبے دمشق و اردن کی حکومت شام کے فتح ہونے کے بعد حضرت عمر نے اُس کے فاتح یزید بن ابی سفیان کے ہاتھ مین دیدی تھی جو حضرت معاویہ کے بڑے بھائی تھے۔ طاعون عمواس مین اُن کا انتقال ہوا تو اُن کی جگہ آپ نے اُن کے چھوٹے بھائی معاویہ کو مقرر فرما دیا۔ شمالی صوبے یعنی حمص و قنسرین کے حاکم فتح ہونے کے وقت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مقرر ہوئے تھے۔ وہ اپنی وفات کے وقت عیاض بن غنم یا معاذ بن جبل کی جانشینی کی وصیت کر گئے تھے۔ چنانچہ پہلے معاذ۔ پھر عیاض والی مقرر ہوئے۔ عیاض نے بھی سفر آخرت کیا تو حضرت فاروق اعظم نے سعید بن خدیج جمحی کو

اور اُن کی وفات پر حضرت عمیر بن سعد انصاری کو والی مقرر فرمایا۔ عمیر نے حضرت عثمان کے عہد میں اس بنا پر استعفا دیا کہ حمص کی آب و ہوا اُن کے موافق نہ تھی اور ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ حضرت عثمان نے اُن کا استعفا قبول فرما کر یہ صوبہ بھی جناب معاویہ کے زیر حکومت کر دیا۔ اس کے چند ہی روز بعد والی فلسطین عبدالرحمن بن علقمہ نے وفات پائی۔ تو حضرت ذی النورین نے اس صوبے کو بھی جناب معاویہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور یوں سارا شام و فلسطین حضرت معاویہ کے زیر فرمان ہو گیا۔

یہ بہت وسیع قلمرو تھی جو خشکی اور بحری دونوں راستوں سے رومیوں کے حملوں کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ مگر حضرت معاویہ نے اس مملکت کو جس خوبی سے سنبھالا وہ اُنھیں کا کام تھا۔ عراق کی طرح یہاں اطمینان نہ تھا۔ اس لیے کہ وہاں سلطنت ساسانی کے آخری تاجدار میں اپنی جان بچانے کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ لہٰذا اس جانب کسی زبردست حریف کے حملے کا مطلق اندیشہ نہ تھا۔ غیر مسلم رعایا کبھی کبھی بگڑتی۔ اور معمولی کوشش سے دم بھر میں سیدھی کر دی جاتی۔ ملک شام کی اندیشہ ناک حالت کا ایک نمونہ اسی زمانے میں نظر آیا کہ قیصر روم قسطنطین نے دریا کے راستے سے سواحل شام پر بڑا زبردست حملہ کر دیا۔ چھ سو جہازوں کا بیڑہ لے کر خود آ پہونچا۔ اور حضرت معاویہ کو نہایت ہی اندیشہ ناک بحری لڑائی لڑنا پڑی۔ جس میں عبداللہ بن ابی سرح کے زیر علم اسلام کا مصری بیڑا بھی شریک حال تھا۔

اس لڑائی کے آخری مقابلے میں جو مقام ذات السواری میں ہوا رومی کئی کئی جہازوں کو ایک میں باندھ کر حملہ آور ہوئے۔ دونوں طرف کے جہاز صدائے رعد کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ اور دونوں طرف کے جانباز ایک دوسرے کے جہازوں میں کود کود کر تلواروں اور خنجروں سے لڑنے لگے۔ دونوں طرف کی ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی! اور آخر میں حضرت معاویہ کو فتح ہوئی۔ قسطنطین زخمی ہو کر بھاگا۔ جزیرہ صقلیہ میں پناہ لی اور پناہ دینے والوں ہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ غرض اس بحری معرکے میں بجز چند نفوس کے سارے رومی یا مارے گئے یا غرق ہوئے۔

مصر میں حضرت عثمان کی مخالفت کا آغاز بھی اسی لڑائی سے ہوا۔ اس لیے کہ محمد بن حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے جو مصر میں مقیم تھے۔ اور اس بحری مہم میں اُن کو شریک ہونا پڑا تھا۔ کہنا شروع کیا کہ "عثمان نے ابوبکر و عمر کا طرز عمل چھوڑ دیا" جس سے بظاہر اُن کی یہ مراد تھی کہ شیخین کے عہد میں کبھی بحری لڑائی نہیں ہوئی۔ اور حضرت عمر اس کے سخت مخالف تھے۔

اس کے علاوہ ان دونوں شخصوں کے اور اعتراضات بھی تھے۔ ایک یہ کہ "عثمان نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح کو والی اور سپہ سالار مقرر کیا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر خون حلال کر دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلعم نے مدینے سے نکالا تھا۔ اُن کو پھر بُلوا لیا۔ تیسرا یہ کہ بعض ملکوں کی حکومت سے اصحاب رسالت کو معزول کر کے سعید بن عاص اور ابن عامر کو مقرر کیا۔

عبداللہ بن ابی سرح نے مصر سے بحری مہم پر روانہ ہوتے وقت حضرت عثمان پر ان لوگوں کے یہ اعتراضات سُنے تو اُن دونوں سے کہا "میں جس جہاز پر ہوں آپ اُس میں نہ آئیں" چنانچہ وہ دونوں ایک اور جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جس میں بجز قبطیوں کے کوئی عربی نژاد مسلمان نہ تھا۔ پھر مقابلہ ہوا تو اُن کے جہاز نے لڑائی میں کچھ کام نہیں کیا اور ہر طرح کے نقصانات سے محفوظ رہے۔ لوگوں نے اُن کی اس سستی اور بے حمیتی پر اعتراض کیا تو کہنے لگے "ہم عبداللہ بن ابی سرح کے جھنڈے کے نیچے کیسے لڑ سکتے تھے جن کو عثمان نے سردار بنایا ہے؟" اور عثمان کی یہ حالت ہے کہ اُن سے بہت سی نالائق حرکتیں سرزد ہو چکی ہیں"۔ عبداللہ بن ابی سرح نے اُن کا یہ قول سنا تو چونکہ حاکم مصر تھے انتظاماً کہلا بھیجا کہ اپنے اس قول سے باز آؤ۔ دھمکایا ڈرایا بھی مگر اُن پر مطلق اثر نہ ہوا۔ بلکہ اور لوگوں کو بھی بہکانے لگے"۔

جس وقت شام میں بحری معرکہ آرائی ہو رہی تھی اُدھر مشرق میں ساسانی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ اور جو ممالک اسلام کی اطاعت قبول کرنے کے بعد بار بار بغاوت کرتے تھے اُن کی اصلاح ہوتی جاتی تھی۔

۔ اجدار عجم یزدجرد شہریار بھاگتا ہوا مرو مین پہونچا۔ مگر وہان جس کسی سے مدد مانگتا وہ دشمنی کرتا۔ تہ کون سے مدد مانگی وہ کمک کے نام سے آنے تو مگر اُس کی رہی سہی قوت کا بھی خاتمہ کردیا۔ ہراہی سردارون اور مددگارون کی ہوسون اور سازشون کا انجام یہ ہوا کہ غریب نے اپنے پرانے رب کو چھوڑ کے ایک چکی والے کے یہان پناہ لی۔ دشمن سردارون کو پتہ لگ گیا گھر مین گھس کر ڈھونڈھ نکالا کمان کی تانت سے پھانسی دے کر اُس کی جان لی۔ اور لاش دریا مین پھینک دی۔ ایک عیسائی پادری کو اس پر عبرت ہوئی۔ اُس کی لاش کو پانی سے نکال کر ایک تابوت مین رکھا۔ اور کہین دفن کردیا۔

مرو مین جس وقت دولت ساسانی نے آخری سانس لی ابن عامر تمام ممالک مشرق خراسان و سیستان کرمان و کرمان اور صغد و ترکستان کو زیر و زبر کررہے تھے اُن مین سے اکثر کئی کئی بار اطاعت کا اقرار کرکے سرکش ہوگئے تھے اور بڑے بڑے لشکر جمع کرکے لڑے۔ بلاد رستاق رام۔ باخرز جوین۔ بیہق۔ نسا۔ اسفرائن۔ نیشاپور۔ نسا۔ ابی ورد۔ سرخس۔ طوس۔ ہرات بادغیس۔ بوشنج۔ مرو۔ سنج۔ جوزجان۔ طالقان۔ فاریاب۔ بلخ۔ خوارزم سیرجان۔ جیرفت۔ زالق۔ کرکویہ۔ زرشت۔ ناشرود۔ سرواد۔ زرنج۔ اصطبل رستم کش۔ دوان۔ اور کابل مین اُن کی اور اُن کے سپہ سالارون کی تلوارین ایسے زور و شور سے چمکین کہ شمال و مشرق مین دریاے جیحون تک اور جنوب و مشرق مین مکران اور ہندوستان کی سرحد تک کوئی مقام نہین باقی تھا جہان اللہ اکبر کی صدا نہ بلند ہوگئی ہو۔ اور نہ کوئی قوت باقی تھی جو مقابلے کے لیے سر اُٹھا سکے۔ یہ تمام بلاد و ممالک حضرت عثمان ہی کے عہد مین ہمیشہ کے لیے دین اسلام کے مرکز بن گئے۔ اور امید ہے کہ قیامت تک یہین مستقر اسلام بنے رہین گے۔

لوگ یہ اعتراض تو کرتے تھے کہ حضرت عثمان صحابہ کو ہٹا کر نوجوانون کو والی اور سپہ سالار مقرر کررہے ہین۔ مگر یہ نہ دیکھتے تھے کہ پرانے نامور شجاعان صحابہ مین سے جو زندہ تھے وہ بوڑھے ہوکر سست اور پست ہمت ہوگئے تھے۔ وہ آرام سے بیٹھ کر حکومت تو کرنا چاہتے تھے

مگر جنگجوئی اور فوج کشی کا حوصلہ اُن مین مطلق نہین باقی رہا تھا۔ اُن کے جو فرزند تھے وہ عیش پرست اور آرام طلب ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان کے والیون اور سپہ سالارون ابن عامر و ابن ابی سرح نے جو بہادریان دکھائین اور اپنی یادگار مین جو کارنامے چھوڑے ہین اب وہ نہ عمرو بن عاص سے ہو سکتے تھے۔ نہ سعد بن ابی وقاص یا ابو موسی اشعری یا مغیرہ بن شعبہ سے۔"

۳۳ھ ان فتوحات مین صرف ہوا۔ تو ۳۴ھ مین حضرت معاویہ نے بنفس نفیس بحری راستے سے خاص قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا۔ پھر کوہ قاف والون کی بغاوت فرو کی گئی۔ اور اُدھر ابن خازم نے ترکستان کے زبردست باغی قارن کو قتل کیا۔ حضرت عثمان کے عہد کے فتوحات کا سلسلہ بہت بڑا ہے۔ جس کو ہم اس تھوڑے وقت مین نہین بیان کر سکتے۔ لہذا اُن فتنون کیطرف توجہ کرتے ہین جو اُسی زمانے مین پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ اور جنھون نے فتحمندانہ ترقی اسلام کی رفتار روک دی۔

۳۲ھ مین حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سفر آخرت کیا۔ اُن کے دنیا سے اُٹھتے ہی اسلام سے اتفاق کی دولت اور یکجہتی کی برکت بھی اُٹھ گئی۔ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ ان ہی مبارک ذاتون کی برکت سے اس وقت تک مسلمانون مین کوئی فتنہ نہین پیدا ہونے پایا تھا۔ اُن کی وفات سے پیشتر بعض لوگون نے مخالفت کی بھی تو اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ لیکن ان بزرگون کی آنکھین بند ہوتے ہی دنیاے اسلام مین ایسا عظیم الشان طوفان آیا جس کے نقصانات نے مسلمانون کو قیامت تک کے لیے فتنے مین ڈال دیا۔ اور افسوس کہ پہلے پہل اس کا ظہور کوفے مین ہوا۔

ہم بیان کر آئے ہین کہ حضرت عثمان نے سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کیا تھا۔ اور اکثر شرفاے کوفہ اُن کے دوست بنے ہوے تھے۔ جو اُن کی صحبت مین شریک ہوا کرتے۔ اُن مین زیادہ پیش پیش

مالک اشتر۔ جندب۔ ابن ذی الحنکہ۔ صعصعہ۔ ابن کوا۔ کمیل۔ اور عمیر وغیرہ تھے۔ یہ لوگ سعید کے پاس دارالامارت مین جمع ہوا کرتے۔ شعر خوانی ہوتی۔ اور ایک اچھی ادبی صحبت جمی رہتی۔

اس صحبت مین ایک دن اتفاقاً والی سعید کی زبان سے نکل گیا "سواد عراق کا علاقہ تو قریش کا باغ ہے" یعنی یہان کی ساری زمینین قریش کے قبضے مین ہین یا اُن کے لیے ہین۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کی پالیسی کے خلاف حضرت عثمان نے جو مسلمانون کو غیر ملکون مین ریاستین اور جائدادین خریدنے کی اجازت دیدی اُس سے عرب لوگون نے کس قدر جلد یہان زمینداریان پیدا کرلین۔ اور پرانے ابناے بادیہ عجم کے رئیس اور مرزبان بن گئے تھے۔ اور اس مین زیادہ حصہ قریش کا تھا جس کو دوسرے قبائل کے عرب رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سعید کے مذکورۂ بالا جملے پر مالک اشتر نے بگڑ کر کہا "تو کیا یہ زمینین آپ کی ہم قوم اہل قریش کے لیے ہین؟"

اس پر باوجود ٹالنے کے لوگ سعید سے دیر تک اُلجھتے رہے۔ تو عبدالرحمن اسدی نے جو شہر کا کوتوال تھا ڈانٹ کے کہا "تم لوگ امیر سے زبان لڑاتے اور درشتی کے لہجے مین گفتگو کرتے ہو!" یہ سُن کر اشتر نے کہا "بھائیو۔ اب تو اس درشتی کو نہ چھوڑنا چاہیے" ساتھ ہی سب کے سب عبدالرحمن پر جھپٹ پڑے اور اُسے اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو جانے پر بھی اسی طرح پیٹے جاتے تھے۔ پھر ٹانگین پکڑ کے اُسے زمین پر گھسیٹنے لگے۔ دیر کے بعد کوتوال کے مُنہ پر پانی چھڑکا گیا تو اُس غریب کو ہوش آیا اور کہنے لگا "افسوس! مجھے اُس شخص نے مارا جس کو مین ہی نے آپ کی صحبت مین پہونچایا تھا" سعید نے کہا "خیر جو ہوا سو ہوا لیکن آیندہ کے لیے میرے یہان شعر خوانی کی صحبت موقوف۔"

یہ صحبت تو اسوقت سے برہم ہوئی مگر لوگ جنھون نے کوتوال کو مارا تھا اپنے گھرون مین بیٹھ سعید اور حضرت عثمان پر طعن و تشنیع کرنے لگے اور تھوڑے زمانے مین چند اور لوگ بھی اُن کے ہمخیال و ہمنوا بن گئے۔ یہ دیکھ کر سعید اور دیگر شرفائے کوفہ نے ان لوگون کا حال حضرت عثمان کو لکھا۔ اور تحریک کی کہ ان لوگون کا یہان سے نکال

دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے حکم فرمایا کہ اُن کو معاویہ کے پاس بھیجدو" اور ساتھ ہی حضرت معاویہ کو ہدایت فرمائی "کہ چند لوگ جو کوفے مین آتش فساد بھڑکا رہے تھے تمھارے پاس آتے ہین۔ اُن کی نگرانی رکھو اُنھین فتنہ انگیزی سے روکو۔ اور تمھارا زور نہ چلے تو میرے پاس بھیجدو"۔

وہ لوگ دمشق مین پہونچے تو جناب معاویہ نے اُنھین کنیسۂ مریم مین اُتارا۔ جو وظائف اُنھین کوفے مین مل رہے تھے یہان بھی جاری کر دیے۔ روز بروز صبح و شام اپنے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھلاتے اور نہایت خاطر کرتے۔ دو چار روز بعد اُن سے کہا "تم لوگ اہل عرب ہو۔ تم کو شرف اسلام حاصل ہوا۔ دنیا کے قومون پر غالب آئے۔ اور اُن کی دولت و عظمت کے وارث ہوئے۔ مگر سنتا ہون تم کو قریش سے مخالفت ہے۔ حالانکہ قریش نہ ہوتے تو تم ذلیل و خوار ہوتے۔ تمھین جو کچھ عزت ملی ہے قریش ہی کے صدقے مین ملی ہے۔ یاد رکھو کہ تمھارے امام تمھارے لیے سپر کا کام دیتے ہین۔ اس سپر سے باہر نہ ہو۔ تمھارے امام تمھارے ظلم کو برداشت کرتے اور تمھاری حرکتون سے تکلیفین اُٹھاتے ہین۔ لہذا مین تمھین خدا کا واسطہ دلاتا ہون کہ ان حرکتون سے باز آؤ۔ ورنہ خدا تمھین ایسی آزمائش مین ڈالے گا جو ناگوار ہوگی"۔

یہ تقریر سُن کر صعصعہ بولا "قریش کی طرفداری مین آپ اتنا تو کہہ گئے مگر اس کا خیال نہ کیا کہ وہ نہ اب دیگر قبائل سے تعداد مین زیادہ ہین اور نہ جاہلیت مین ایسے بڑھے چڑھے تھے کہ آپ ہمین اُن کا خوف دلائین۔ اور یہ جو آپ نے سپر کا نام لیا تو سنیے۔ سپر جب پھٹ جاتی ہے تو انسان اس سے باہر اور آزاد ہو جاتا ہے"۔ اس کا یہ جواب سُن کر حضرت معاویہ بولے "اب مجھے معلوم ہوا کہ تم لوگ بیوقوف ہو اور تم پر عقل کی مار ہے۔ تم ہی اپنے سب ساتھیون مین فصیح اور زبان آور معلوم ہوتے ہو۔ مگر تمھاری عقل کا یہ حال ہے تو اوروں کو کیا کہا جائے؟ مین تو اسلام کا ذکر کرتا ہون اور تم جاہلیت کا قصہ چھیڑے دیتے ہو۔ خدا اُن لوگون کو غارت کرے جنھون نے تمھارا فتنہ پیدا کیا۔ خیر اب مجھ سے عقل سیکھو غالباً یہ تو

تمھارا خیال نہ ہوگا کہ جاہلیت اور اسلام دونون زمانون مین قریش کو جو عزت حاصل تھی وہ محض بیجا مرحمت الٰہی تھی۔ مین مانتا ہون کہ وہ نہ اب تعداد مین زیادہ ہین اور نہ پہلے سب سے زبردست تھے۔ مگر اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ وہ سب سے زیادہ شریف تھے۔ اور نکوکاری مین بھی بڑھے ہوے تھے۔ جاہلیت مین جب تمام قبائل عرب ایک دوسرے کو کھائے جاتے تھے۔ خدا نے محض اپنی عنایت سے اُن کو اس آفت سے محفوظ رکھا۔ اس لیے کہ اُنھیں اپنے حرم کے مقبول عام امن مین جگہ دی جبکہ چارون طرف لوٹ مچی ہوئی تھی۔ بھلا دنیا مین کوئی عربی ہو یا عجمی گورا ہو یا کالا ایسا بھی نظر آتا ہے کہ اُس کے وطن پر کوئی آفت نہ نازل ہوئی ہو؟ اور اُس کی عزت خاک مین نہ ملی ہو؟ بجز قریش کے جن پر اگر کبھی کسی دشمن نے دست درازی کا ارادہ کیا بھی تو خدا نے اُس کو ذلیل و خوار کیا۔ یہان تک کہ اللہ جل شانہ کی مرضی ہوئی کہ اُس کا پیغمبر آئے اور جو شخص اُس کے دین کی عزت و پیروی کرے اُسے دنیا کی ذلت اور عقبیٰ کی خجالت سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ بہترین خلق یعنی اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت خلق اللہ کے لیے منتخب فرمایا۔ پھر ان کے واسطے اصحاب و رفقا منتخب کیے۔ اور بہترین اصحاب وہی تھے جو قریش مین سے تھے۔ اس دینی سلطنت کی بنیاد خدا نے اُنھین کے لیے قائم کی۔ اور پیغمبر کی خاص خلافت اُنھین کے واسطے مخصوص کر دی۔ لہذا خوب یاد رکھو کہ اس شرف کے لیے بجز قریش کے اور کوئی موزون نہین ہے۔ جاہلیت اور کفر کے زمانے مین خدا اُن کی حفاظت کرتا تھا تو کیا تمھارا خیال ہے کہ اب دینداری اور حق پرستی کے زمانے مین نہ کرے گا؟ غرض مجھے تم لوگون کی حالت پر افسوس ہے۔ اور اے صعصعہ تو تو وہ شخص ہے جس کا گاؤن سب گاؤن سے بدتر۔ جس کا گھر انتہا سے زیادہ متعفن۔ جس کی وادی حد سے زیادہ پست جس کے رہنے والے نہایت ہی بدنام۔ اور جس کے جوار والے بھی بے حد نالائق ہین۔ اگر کوئی شریف و وضیع آدمی اس بستی مین جا کے آباد بھی ہو گیا تو لوگ اُسے بُرا کہنے لگے۔ اور جن لوگون نے اس بستی والون سے سمدھیانہ

کیا وہ بھی بہت بُرے سمجھے گئے۔ یاد کرو کہ جب اسلام کا آوازہ بلند ہوا ہے تو تم لوگ فارسیون کے غلام تھے۔ اس کے بعد بھی تمھارے وطن بحرین مین اتنا سکون نہو سکا کہ دعوت اسلام مین تم بھی شریک ہو جاتے۔ اس کے بعد صنعصعہ یہ خیال کرکہ تو اپنی ذات سے اپنی قوم بھر مین بُرا ہے۔ اس سے بڑھ کے کیا ہو گا کہ اسلام نے تجھ کو اپنے دائرے سے نکال کر غیرون مین شامل کر دیا۔ باوجود ان سب بُرائیون کے اب تو آیا ہے کہ دین مین تفرقہ ڈالے؟ اور اسلام کو ذلیل کرے؟ خوب یاد رکھ کہ قریش کو اس سے ضرر نہ پہونچے گا۔ اور نہ کوئی چیز انھین اپنا فرض بجالانے سے روک سکی۔ شیطان تم لوگون سے غافل نہین ہے۔ اس کو تمھارا یہ خبث نفس معلوم ہو گیا۔ چنانچہ تمھارے ذریعے سے وہ لوگون کو بہکانے لگا۔ لیکن تم لوگ اپنی شرارت سے ایک بات پیدا کرو گے تو خدا تمھاری سرکوبی کے لیے اُس سے بھی بڑی بات پیدا کرے گا۔"

یہ تقریر کرکے جناب معاویہ چلے گئے۔ اور دو چار روز کے بعد پھر اُن سے فرمایا "تم چند گنتی کے لوگ ہو۔ نہ کسی کو تم سے فائدہ پہونچ سکتا ہے نہ ضرر۔ اپنی فلاح چاہتے ہو تو اپنے رفیقون مین جاکر خاموش بیٹھ رہو۔ اور جو انعام و وظیفہ تم کو مل رہا ہے وہ تمھین خراب نہ کرے۔ بہرحال تمھارا جہان جی چاہے رہو۔ اور یہ سب حالات مین امیرالمومنین کو لکھ بھیجون گا۔"

بعدازان پھر اُنھین ایک بار اس طرح سمجھایا اور قائل معقول کیا کہ "سنو۔ رسول اللہ صلعم معصوم تھے۔ اُنھون نے مجکو والی مقرر فرمایا۔ پھر ابوبکر صدیق نے یہ خدمت میرے ذمے کی۔ بعدازان عمر فاروق نے مجھے اس عہدے پر مامور کیا۔ اور امیرالمومنین عثمان کے زمانے مین بھی مین خلافت کی یہی خدمتین انجام دیتا رہا ہون۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہون کہ جن جن بزرگون نے مجھ سے یہ خدمتین لین وہ مجھ سے خوش رہے۔ رسول اللہ صلعم کا معمول تھا کہ حکومت کے عہدون پر اُن لوگون کو مامور فرمایا کرتے جو دولت مند ہوتے اور اچھے معاوضے کے مستحق۔ لہذا تم لوگ

اس اصول سے اختلاف نہ کرو۔ اور مین سمجھتا ہون کہ تمھارے خلاف خود تمھارے دل گواہی دے رہے ہین"۔

دوسرے دن پھر اُن لوگون کو دیر تک سمجھانے کے بعد کہا "لوگو۔ بھلائی اختیار کرو۔ اور یہ نہین ہو سکتا تو خاموش رہو"۔ صعصعہ نے اس موقع پر بگڑ کے کہا "آپ حکومت کے اہل نہین ہین۔ اور نہ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کی اطاعت مین خدا کی معصیت جائز کر لی جائے"۔ جناب معاویہ نے کہا "کیا مین نے سب سے پہلے نہین کہا تھا کہ مین تمھین خدا سے ڈرنے اور رسول کی پیروی کرنے کا حکم دیتا ہون اور چاہتا ہون کہ تم سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور تفرقہ نہ ڈالو"۔

ان لوگون نے جواب دیا "ایسا نہین ہے۔ بلکہ آپ نے اختلاف کرنے اور رسول کے حکم کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے"۔ معاویہ نے کہا "تم ایسا کہتے ہو تو خیر مین اب تم کو خدا اور رسول کی پیروی کا حکم دیتا ہون۔ اور اگر مین نے اس کے خلاف کیا ہو تو درگاہ الٰہی مین توبہ کرتا ہون۔ اور تمھین مشورہ دیتا ہون کہ جماعت کے ساتھ چلو۔ اپنے اماموں کی عزت کرو۔ اور جہان تک بنے اُن کو اچھے راستے پر لے چلو"۔ اس کے جواب مین صعصعہ نے درشتی کے لہجے مین کہا "اور ہم تمھین حکم دیتے ہین کہ اس عہدے سے علٰحدہ ہو جاؤ۔ مسلمانون مین ایسے لوگ موجود ہین جو تم سے زیادہ اس خدمت کے مستحق ہین جن کے باپ سابق الاسلام ہوتے ہین۔ تمھارے باپ سے افضل تھے۔ اور وہ خود بھی تم سے پہلے ایمان لانے کا شرف رکھتے ہین"۔ حضرت معاویہ نے کہا "خدا کی قسم مجھے بہتون کے مقابلے مین سابق الاسلام ہونیکا فخر حاصل ہے اور بیشک ایسے بھی بہت سے موجود ہین جو مجھ سے پہلے ایمان لائے اور مجھ سے افضل ہین۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس زمانے مین اور کوئی شخص ایسا نہین موجود ہے جو حکومت کی خدمت کو مجھ سے زیادہ قوت کے ساتھ انجام دے۔ عمر بن الخطاب کی یہی رائے تھی۔ اگر اُنھین کوئی مجھ سے زیادہ زبردست شخص نظر آتا تو میرے حال پر اُن کی یہ نظر عنایت نہ ہوتی۔ مجھ سے کوئی ایسا فعل بھی سرزد نہین ہوا کہ اس خدمت سے علٰحدہ کیے جانے کے قابل سمجھا جاؤن۔ بہرحال تم لوگ اِن باتون سے باز آؤ۔ اور مین بجلف کہتا ہون

کہ معاملات کا فیصلہ اگر تمھاری ہوسون کے مطابق ہوتا تو اسلام کو اکیلے ایک روز یا ایک شب کے لیے بھی استقامت نہ حاصل ہوتی۔ سمجھو۔ سیدھے رہو۔ اور یاد رکھو کہ خدا کی سطوت زبردست ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان خیالات میں پڑ کے تم لوگ شیطان کی پیروی اور خدا کی نافرمانی نہ کرنے لگو۔ اور پھر اُس کی پاداش میں داخل دوزخ ہو"

یہ سنتے ہی وہ لوگ سخت برافروختہ ہو کر غصے میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت معاویہ یہ جھپٹ پڑے۔ اور آپ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ کہ علم معاویہ مشہور ہے۔ آپ نے کمال متانت سے فرمایا "ہٹو اور ہوش میں آؤ۔ یہ کوفے کی سرزمین نہیں شام ہے۔ یہاں کے لوگ تمھیں ایسی حرکت کرتے دیکھ پائیں گے تو بغیر تمھاری جان لیے نہ رہیں گے۔ اور پھر اُن کا ردعمل میرے امکان سے باہر ہوگا۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تمھاری سب حرکتیں یکسان حماقت و بے عقلی کی ہیں"

یہ کہہ کر آپ اُٹھ کر چلے گئے۔ اور حضرت عثمان کو کہلا بھیجا میرے پاس چند لوگ آئے جنھیں خدا نے جوہر عقل سے محروم کر دیا ہے۔ اُن کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ ہماری انصاف پسندی نے انھیں ناراض کر دیا ہے۔ اُن کا مقصد نہ خدا کی رضامندی ہے اور نہ وہ کوئی معقول و موجہ بات کہتے ہیں۔ مجھے ان کا فقط اتنا مقصد نظر آیا۔ کہ فتنہ پیدا کریں اور بے امنی سے فائدہ اُٹھا کر ذمیوں کو لوٹیں مارین۔ خدا ان لوگوں کو آتش میں ڈالے اور بعد ازاں ذلیل و خوار کرے۔ لہذا آپ سعید کو ہدایت فرما دیں کہ وہ ان لوگوں سے کچھ سروکار نہ رکھیں اس لیے کہ یہ کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں"

حضرت معاویہ نے ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر واپسی کی اجازت دی تو لوگ کوفے کی طرف چلے۔ مگر راستے میں ایک دوسرے سے کہا "کوفے والے ہمیں نہیں بھاتے ہیں۔ وہاں چلنا بے فائدہ نظر آتا ہے۔ چلو الجزیرہ میں رہیں گے

الجزیرہ جاتے ہوئے حمص میں گذرے تو وہاں کے والی عبدالرحمن نے جو حضرت خالد بن ولید کے فرزند تھے اپنے پاس بلوا بھیجا۔ اور چونکہ معاویہ کی اور اُن کی گفتگو سے آگاہ ہو چکے تھے ان کی صورت دیکھتے ہی طیش میں آکر کہا "شیطان کے ہاتھ کے ہتھیار مرحبا شیطان تو حسرت میں نہ جان پڑے گر تم خوش ہو خدا عبدالرحمن کو (مجھے) غارت کرے اگر وہ تمہاری ادب آموزی نہ کرے" وہ لوگ جن کی نسبت میں نہیں جانتا عربی ہو یا عجمی میرے ساتھ ویسی باتیں نہ کرتے جیسی تم سے کر آئے ہو۔ میں خالد بن ولید کا بیٹا ہوں اور اُن کا وہ فرزند جس کو عجمیہ عورتوں نے عجمی المذاق بنا دیا ہے۔ ساتھ ہی اُس شخص کی اولاد ہوں جو مرتدوں کا قاتل تھا لہٰذا اگر صعصعہ اگر میں نے سنا کہ میرے ہمراہیوں میں سے کسی نے تیری ناک چھیل دی اور تجھے ذلیل کیا تو تجھ کو یہاں سے بہت دور پھینکوں گا"

عبدالرحمن نے ان لوگوں کو مہینہ بھر تک اپنے پاس ٹھہرایا۔ مگر اس احتیاط سے کہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ سوار ہوتے تو یہ لوگ ہمراہ رکاب ہوتے۔ اور جب کبھی صعصعہ سے چار آنکھیں ہو جاتیں تو کہتے "ادا در نخطا۔ اب تو تجھے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا مناسب نہیں ہوتا اُس کے ساتھ برائی کرنا بہت انسب ہے؟ تیرے خیالات میں نے سنے ہیں۔ اُن کو میرے سامنے کیوں نہیں ظاہر کرتا؟ وہی کہ جو سعید اور معاویہ سے کہا تھا" یہ الفاظ سُن کر یہ لوگ دل میں سہم جاتے اور کہتے "ہم اُن خیالات سے خدا کی درگاہ میں توبہ کرتے ہیں"

ان لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اپنے خیالات سے تائب ہو گئے۔ خصوصاً مالک اشتر دوبار حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے فرمایا "تمھیں اختیار ہے جہاں چاہے جا کے رہو"، بارگاہ خلافت سے واپس آکر وہ پھر عبدالرحمن بن خالد کے پاس رہا لیکن بعد کے واقعات بتا رہے ہیں کہ آخر تک اپنے اُنھیں خیالات پر قائم تھا۔ اگرچہ عبدالرحمن کے ڈر سے دم نہ مارتا تھا۔

یہ تو کوفے کے فتنہ انگیزوں کی حالت تھی۔ بصرے میں اس سے بھی زیادہ خطرناک فساد کی بنیاد پڑی۔ یہاں عبداللہ بن سبا نام ایک عجیب

متفنی شخص نمودار ہوا جو ابن سوداء کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ پہلے یہودی تھا حضرت عثمان کے عہد میں مسلمان ہوا۔ اور اس کے مسلمان ہونے کا مقصد بادی النظر میں فقط یہ معلوم ہوتا تھا کہ تقیۃً مسلمان بن کر تفرقہ اندازی کرے۔ اور اسلام کو ضرر پہونچائے۔ یہ شخص پہلے حجاز میں دورہ کرتا رہا اور وہاں سے بصرے میں آیا۔ والی بصرہ عبداللہ بن عامر کو اس کی نسبت کچھ شبہ ہوا تو اس سے پوچھ بھیجا کہ "تو کون ہے؟" جواب ملا "میں اہل کتاب میں سے ہوں۔ اسلام قبول کیا ہے۔ اور آپ کی پناہ میں ہوں" انھوں نے کہلا بھیجا "تیری نسبت طرح طرح کی افواہیں اُڑ رہی ہیں۔ اس لیے میرا علاقہ چھوڑ کے چلا جا" چنانچہ وہ بصرے سے کوفے میں آیا۔ مگر وہاں سے بھی خارج البلد کیا گیا۔ تب مصر میں پہونچا اور وہاں مقیم ہو گیا۔

وہاں وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا جو لوگ حضرت عیسے کے پھر دنیا میں آنے کے قائل ہیں اُن سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلعم کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کو نہ مانیں۔ غرض اس نے پہلے رجعت یعنی آنحضرت صلعم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا عقیدہ ظاہر کیا۔ جس کو بہت سے جہلاے اسلام نے قبول کر لیا۔ پھر دعوے کیا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ اور محمد صلعم کے وصی حضرت علی ہیں۔ لہذا اُس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو رسول خدا صلعم کی وصیت کو جائز نہ رکھے۔ اور آپ کے وصی کے مقابلے پر کھڑا ہو۔ عثمان نے خلافت کو بغیر حق لے لیا" چنانچہ مصر سے اُس نے جا بجا لوگوں کو اپنے ان عقائد کے خطوط لکھ لکھ کر بھیجنا شروع کر دیے۔ اور ہر جگہ اس کے چند ہم خیال پیدا ہو گئے۔ تب اُس نے اپنے پیروؤں کو تاکید کی کہ "اپنے اِن عقائد کو بڑے زور و شور سے اور نہایت پابندی کے ساتھ پھیلاؤ۔ اور اس کی ابتدا اس طریقے سے کرو کہ اپنے امیروں اور حاکموں کی مخالفت کر کے لوگوں کو آمادہ کرو کہ اُن سے سرتابی کریں" چونکہ اُسے کسی قسم کی مزاحمت نہیں پیش آئی۔ لہذا موقع پاکر اپنے داعی ہر جگہ پھیلا دیے۔ جو مختلف شہروں میں پوشیدہ طور پر پھرتے

اور اُسکے عقائد کی تبلیغ و تلقین کرتے۔

سب سے زیادہ خطرناک اور فتنہ انگیز کارروائی ابن سبا نے یہ کی کہ وہ اور اُس کے پیرو ہر ملک اور ہر شہر سے دوسرے ملکوں اور شہروں میں مشہور لوگوں کے نام اس مضمون کے خطوط لکھ لکھ کر بھیج دیا کرتے کہ "ہمارے والی و حاکم ہم پر جور و ستم کر رہے ہیں۔ یہاں فساد پھیل گیا ہے۔ اور سخت مظالم ہو رہے ہیں"۔ ہوتے ہوتے یہ فتنہ مدینہ طیبہ تک بھی پہونچ گیا۔ جہاں صحابہ و دیگر معززین کے نام اس مضمون کے بہت سے خطوط ہر ملک اور ہر شہر سے پہونچے اور یکایک دنیا اسلام میں ایک تہلکہ سا پڑ گیا۔ اور ہر شہر کے لوگوں کو اس قسم کے متواتر خطوط آنے سے یقین ہو گیا کہ اکیلے ہم تو امن میں ہیں۔ باقی ساری دنیا میں اندھیر مچا ہوا ہے۔

آخر معززین مدینہ گھبرا کر حضرت عثمان کے پاس آئے۔ اور کہا "امیرالمومنین جو کچھ حالات ہم سن رہے ہیں غالباً آپ نے بھی سُنے ہوں گے"۔ آپ نے فرمایا "تم نے جو کچھ سنا ہو بیان کرو"۔ سب نے اُن خطوط کی کیفیت بیان کر کے مشورہ دیا کہ "چند معتبر لوگوں کو روانہ کیجئے کہ مختلف شہروں کا دورہ کر کے وہاں کی حالت دیکھیں اور واپس آکر آپ سے بیان کریں"۔

اس تجویز کو آپ نے پسند فرمایا۔ اور اسی وقت محمد بن مسلمہ کوفے میں اُسامہ بن زید بصرے میں۔ عمار بن یاسر مصر میں عبداللہ بن عمر شام میں۔ اور بہت سے لوگ مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔ سب دورہ کر کے واپس آگئے۔ اور بتایا کہ ہمیں کسی جگہ کوئی قابل اعتراض بات یا بے انصافی اور ظلم کی کارروائی نہیں نظر آئی"۔ مگر عمار بن یاسر کا پتہ نہ تھا۔ انھیں واپسی میں دیر ہوئی تو لوگوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے۔

اسی اثنا میں مصر سے عبداللہ بن ابی سرح کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ "عمار ایک گروہ کے فتنوں میں آکر اُس جماعت میں شریک ہو گئے۔ اور اس گروہ کے سرغنا عبداللہ بن سبا۔ خالد بن ملجم۔ سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر وغیرہ ہیں۔

آخر ۳۴ھ میں جب ابن سبا نے دیکھا کہ اس کی فتنہ انگیزیوں نے خلافت کے نظم و نسق میں فرق ڈال دیا۔ اور حضرت عثمان اور اُن کے والیوں کے خلاف ہر جگہ شورش پیدا ہو گئی ہے تو اُس کے پیرو اور دیگر مخالفین خلافت باہم

مراسلت کرکے ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور ارادہ کیا کہ خود مدینے مین جاکر امور متنازعہ فیہ مین حضرت عثمان سے گفتگو کرین۔

اس زمانے مین حضرت عثمان نے والیان ملک کو مشورے کے لیے اپنے پاس طلب فرمایا تھا۔ مگر والیون کے آنے سے پہلے کوفے کے چند لوگون نے جمع ہوکر حضرت عثمان کی کارروائیون پر اعتراضات کیے۔ اور عامر بن عبداللہ تمیمی کو سب نے آپ کے پاس مدینے بھیجا۔ اُس نے بارگاہ خلافت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ "بعض مسلمانون نے جمع ہوکر آپ کے معاملات پر غور کیا اور اس نتیجے کو پہونچے کہ آپ سے سخت غلطیان سرزد ہوئی ہین۔ لہذا خدا سے ڈریے اور توبہ کیجیے"۔ اُس کا یہ گستاخانہ انداز سخن حضرت خلافت پناہ کو گران گزرا۔ اور فرمایا "لوگ اس شخص کو پڑھا لکھا اور قاری قرآن بتاتے ہین۔ مگر اس کی بدتمیزی کی یہ حالت ہے کہ ایسے بیہودہ الفاظ مین گفتگو کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی نہین جانتا کہ خدا کہان ہے"۔ عامر بولا "جی ہان جانتا ہون کہ خدا کہان ہے"۔ اور یہ آیت پڑھی کہ "اِنَّ اللّٰہَ لَبِالْمِرْصَادِ" (اللہ گھات مین ہے)

اس شخص کی واپسی کے بعد ممتاز اور صاحب رائے والیان ملک مدینے مین جمع ہوئے۔ جن مین حضرت معاویہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن عاص۔ عمر بن عاص۔ اور عبداللہ بن عامر تھے۔ اُن کے سامنے حضرت عثمان نے فرمایا "کہ تم لوگ میرے وزیر و مشیر ہو۔ اور تم پر مجھے بھروسہ ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ لوگون نے سخت فتنہ پیدا کر دیا۔ مجھ سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ اپنے تمام والیون کو معزول کر دون۔ اور اصرار ہے کہ مین ان فتنہ انگیزون کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنجاؤن۔ لہذا بتاؤ کہ اس معاملے مین تمھاری کیا رائے ہے؟"

ابن عامر نے کہا "ان سب لوگون کو آپ جہاد مین لگا دین تاکہ اپنی ذاتی فکرون مین پڑ کے فتنہ انگیزی کو بھول جائین"۔ سعید نے یہ رائے ظاہر کی "کہ یہ فتنہ یون دفع ہو سکتا ہے کہ ان لوگون کے سرغنا دنیا سے فنا کر دیے جائین"۔ حضرت معاویہ بولے "اپنے تمام سرداران فوج کے نام احکام جاری کیجیے کہ اپنے اپنے علاقے مین جن لوگون کو فتنہ

انگیز باتین دبا دین۔ اور اس بارے مین اہل شام کے متعلق مین ذمے داری کرتا ہون" ابن ابی سرح نے مشورہ دیا کہ "لوگ بالطبع دولت کی ہوس رکھتے ہین۔ لہذا میری رائے مین آپ فیاضی سے کام لین۔ کچھ دے دلا کر اُن کی زبانین بند کرین۔ اور اُن کے دل اپنے ہاتھ مین لین" سب کے بعد عمرو بن عاص اُٹھے جو حکومت مصر سے معزول ہونے کے باعث بہت کُڑھے ہوے تھے۔ اور کہا "امیرالمومنین آپ نے ویسی ہی حکومت کی جیسی بنی اُمیہ کے کسی شخص کو کرنی چاہیے۔ جو آپ کے دل مین آیا آپ نے کیا اور جو بات اور ون کے دل مین آئی اُنھون نے کی۔ چنانچہ آپ ادھر سیدھے راستے سے ہٹے اُدھر وہ ہٹے۔ اس لیے مین تو یہ کہون گا کہ آپ اعتدال سے کام لین۔ یا خلافت سے علیحدہ ہو جائین اور یہ نہین منظور ہے تو آپ مستقل مزاجی دکھائین اور اس معاملے مین قوت کے ساتھ قدم رکھین"

مگر جب سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو عمرو بن عاص نے تنہائی مین کہا "امیرالمومنین۔ میری نظر مین آپ کی عزت و حرمت سب سے زیادہ ہے۔ لیکن یہان مین دیکھ رہا ہون کہ مخالفین دروازے سے لگے کھڑے ہین تاکہ جو بات کسی کی زبان سے نکلے اُس کو اسی وقت مشہور کر دین۔ لہذا مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ مخالفون کی نگاہ مین اپنے آپ کو بُرا کرون۔ بلکہ اس کوشش مین ہون کہ اُنھین دوست بنا کر آپ کی خدمت بجا لاؤن۔ اور رفع شر کرون"

اب سب والی اپنے اپنے علاقون کو واپس گئے اور ہدایت کر دی گئی کہ جاتے ہی جہاد کی مہمین روانہ کر دین۔ یہ بھی حکم ہوا کہ مخالفین کو جو وظائف مل رہے ہین روک دیے جائین۔ تاکہ احتیاج انکو مطیع بنا دے۔

سعید جب مدینے مین آنے کے لیے کوفے سے چلنے لگے ہین تو اپنے علاقے کے تمام ملکون مین بھروسے کے معززین اور اکابر کوفہ کو والی بنا کے روانہ کر دیا تھا۔ اور کوفہ خلافت کے تمام معتمد علیہ اور ذی رائے لوگون سے خالی ہو گیا تھا۔ فقط قعقاع بن عمر سرحگ کی حیثیت سے اور عمر بن حریث نائب امیر کی

شان سے کوفے مین باقی تھے۔
میدان خالی دیکھ کر یزید بن قیس اس ارادے سے اٹھا کہ حضرت عثمان کو مسند خلافت سے اُتار دے۔ ایک بڑا گروہ باندھ کر وہ کوفے سے نکلنے لگا تو قعقاع نے روک کے کہا "کہان اور کس ارادے سے جاتے ہو؟" جواب دیا۔ "اس لیے کہ سعید کو استقبال کر کے یہان کی حکومت پر واپس لائین" قعقاع نے اس مین کوئی مضائقہ نہ سمجھا۔ اور جانے کی اجازت دے دی۔
لیکن یزید بجاے روانہ ہونے کے کوفے مین رُک گیا۔ اور اُن مخالفین خلافت کو جنھون نے حضرت معاویہ سے گستاخانہ گفتگو کی تھی اور الجزیرہ مین پڑے ہوے تھے خط لکھ کر کوفے مین بُلوایا۔ چنانچہ مالک اشتر اور اُن کے رفقا مضقعہ وغیرہ کوفے مین آ گئے۔
ان لوگون کے کوفے مین آنے کے بعد جو پہلا جمعہ پڑا اُس مین اشتر نے نماز جمعہ کے وقت مسجد جامع کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگون سے کہا "مین امیرالمومنین عثمان کے پاس سے آ رہا ہون۔ اور سعید کو اس پر آمادہ دیکھ آیا ہون کہ واپس آ کے تمھاری عورتون پر تو شوار دیہ جرمانہ کرین۔ اور خود تم سے ایک ایک ہزار درہم وصول کر لین۔ اُن کا خیال ہے کہ تمھاری جائدادین جو تم کو غنیمت مین ملی ہین وہ قریش کا باغ ہین" یہ سُنکر جو لوگ ذی عقل و ذی ہوش تھے وہ تو ان باتون کو لغو خیال کر کے عوام کو سمجھانے لگے کہ یہ بالکل جھوٹ بات ہے۔ مگر عوام پر اس کا بڑا اثر پڑ گیا۔ اُدھر یزید کے نقیب نے پکار کے کہا "جو کوئی سعید کو کوفے مین واپس لانا چاہتا ہو یزید سے آ کر ملے"
یہ شور و غوغا دیکھ کر نائب والی عمرو بن حریث منبر پر جا کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "لوگو باہم متفق رہو۔ پھوٹ نہ ڈالو۔ اور خلافت کی اطاعت کرو" مگر قعقاع نے جو افسر فوج تھے کہا "آپ فقط منبر کے زینے سے اس سیلاب کو نہین روک سکتے۔ یہ شور و ہنگامہ بغیر سخت کارروائی کیے نہین رُکے گا" اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے۔ اور یزید

کوفے سے روانہ ہوکر تا دھیہ کے قریب جرعہ نام ایک گاؤں میں پہونچا۔ مالک اشتر وغیرہ سب اُس کے ہمراہ تھے۔ اور ہزاہیوں کی تعداد ہزاروں کو پہونچی ہوئی تھی اتفاقاً سعید بن عاص جو حضرت عثمان کے پاس سے واپس آرہے تھے وہاں پہونچے اور یہ ہنگامہ دیکھ کر حال پوچھا۔ اس وقت تک تو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم سعید کے واپس لانے کو جاتے ہیں۔ مگر سعید کی صورت دیکھتے ہی سب نے غل مچایا کہ "ہم آپ کی حکومت نہیں چاہتے"۔ اُنھوں نے کہا "اس کے لیے تو یہ کافی تھا کہ تم ایک شخص کو امیرالمومنین کے پاس بھیجدیتے اور ایک شخص میرے پاس چلا آتا۔ ہزاروں آدمیوں کے مدینے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" یہ جواب دیتے ہی وہ اُلٹے مدینے واپس گئے۔ اور حضرت عثمان کی خدمت میں جرعہ کے بلوائیوں کا حال بیان کرکے کہا "وہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ مجھ کو حکومت کوفہ سے علیحدہ کردیں۔ اور میری جگہ ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کریں"۔

حضرت عثمان نے فوراً ابوموسیٰ کو والی مقرر کردیا۔ اور اہل کوفہ کے نام ایک عام خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "میں نے اُسی شخص کو تمھارا حاکم مقرر کردیا جسے تم چاہتے ہو۔ تمھاری فلاح کے متعلق میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھوں گا۔ تم کو بھی چاہیئے کہ میرے احکام کو قبول کرو"۔

والی کے بدل جانے کا حال سنکر باقی علاقوں کے حکام بھی کوفے میں آگئے تھے۔ ابوموسیٰ نے اُن کے سامنے مجمع عام میں کھڑے ہوکر کہا "لوگو ساری امت کا ساتھ دو۔ اور جناب ذی النورین کی اطاعت کرو"۔ حاضرین نے اقبال کرکے کہا "آپ نماز تو پڑھائیں"۔ اُنھوں نے کہا "جب تک تم لوگ حضرت عثمان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا مضبوط وعدہ اور اقرار نہ کروگے میں نماز نہ پڑھاؤں گا"۔ سب نے اتفاق اس کا عہد کیا اور اُنھوں نے نماز پڑھائی۔

اب حضرت عثمان کی مخالفت کا ہنگامہ اور بڑھا۔ یہاں تک کہ خود مدینے میں بھی بعض معزز صحابیوں کی رائیں متزلزل ہونے لگیں۔ اور بعض صحابہ نے ایک دوسرے کو لکھ بھیجا "یہاں مدینے میں آؤ اس لیے کہ فتنہ خود ہمارے گھر میں موجود ہے"۔ غرض حضرت عثمان سے عام طور پر مخالفت کی جانے لگی۔ اور جو صحابی مدینے میں موجود تھے اُن کی یہ حالت ہورہی

تھی کہ کوئی کسی کو نہ مخالفت سے روکتا تھا۔ نہ منع کرتا تھا۔ بجز حضرت زید بن ثابت ابو اسید عامری۔ اور حسان بن ثابت کے جو حضرت عثمان کی طرفداری پر استقلال سے قائم تھے۔

آخر اکابر مدینہ جمع ہو کر حضرت علی کے پاس گئے۔ اور زمانے کی حالت بیان کی۔ حضرت علی اُسی وقت اُٹھ کر جناب ذی النورین کے پاس گئے۔ اور فرمایا "مین بہت سے مسلمانون کی طرف سے آیا ہون تاکہ جو کچھ وہ کہتے ہین آپ کے گوش گذار کردون۔ مگر سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کہون۔ نہ کوئی بات آپ سے چھپی ہے اور نہ کوئی مشورہ ہے جو آپ کے خیال مین موجود نہ ہو۔ آپ دنیا دیکھ چکے ہین۔ صحبت رسالت سے شرفیاب ہوئے ہین۔ حضور سرور عالم کی باتین آپ نے اپنے کانون سے سُنی ہین۔ داماد رسول صلعم کا شرف حاصل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ حقوق کے لحاظ سے نہ ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کو آپ پر فوقیت حاصل تھی۔ نہ ابن خطاب (عمر) کو۔ قرابت مین آپ رسول اللہ صلعم سے قریب تر ہین۔ اور آپ کی طرح داماد رسول صلعم ہونے کا حق اُن دونون مین سے کسی کو نہین نصیب تھا۔ اور نہ کسی اور بات مین وہ دونون آپ سے بڑھے تھے۔ لہذا خدا کے لیے دیکھیے اور غور کیجیے۔ آپ نہ دیکھتے ہین نہ غور کرتے ہین۔ راستہ صاف اور روشن ہے۔ اور شعائر دین قائم ہین۔ اے عثمان۔ آپ خوب اچھی طرح جان لین کہ جو امام عادل ہدایت کا پیرو ہو۔ سنت معلومہ کو قائم کرے۔ اور بدعت متروکہ کو مٹائے خدا کے تمام بندون سے افضل ہوتا ہے۔ اور جو امام ظالم اور گمراہ ہو اور گمراہ کرے۔ سنتون کو مٹائے۔ اور بدعتون کو زندہ کرے وہ بدترین نوع انسان ہوتا ہے۔ مین آپ کو خدا کی سطوت اور اُس کے انتقام کا خوف دلاتا ہون اور ڈرتا ہون کہ کہین آپ ہی اس اُمت کے وہ امام نہ ثابت ہون جو مار ڈالا جائے گا۔ اُس کا خون کرتے ہی قیامت تک کے لیے اس امت پر قتل و خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور مسلمانون کے تمام معاملات درہم و برہم ہو جائین گے۔ ایسے گروہ پیدا ہون گے جو اُس کی رفاقت چھوڑ دین گے اور باطل کے غلبے کی وجہ سے اُن کو حق نہ نظر آئے گا۔"

اس کے جواب مین حضرت عثمان نے فرمایا" مین سچ خدا جانتا ہون کہ لوگ کیا کہہ رہے ہین۔ میرے مقام پر آپ ہوتے۔ اور اپنے عزیزون کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ دوستی کو نباہتے۔ پریشان حال کو پناہ دیتے۔ اور اس قسم کے لوگون کو والی مقرر کرتے جیسے لوگون کو عمر فاروق نے مقرر کیا تھا تو مین آپ کو الزام نہ دیتا۔ اور نہ کوئی عیب لگاتا۔ اے علی مین قسم دلا کے پوچھتا ہون کہ مغیرہ بن شعبہ کو جو اس وقت موجود نہین ہین عمر نے والی نہین مقرر کیا تھا؟" حضرت علی نے فرمایا" ہان مقرر کیا تھا۔"

حضرت عثمان" تو پھر مین نے اگر قرابت کی بنا پر ابن عامر کو مقرر کیا تو کیا برا کیا؟"

حضرت علی" عمر جس کسی کو والی مقرر کرتے اور اس کا ایک لفظ بھی خلاف پاتے تو فوراً اسپر کچل دیتے تھے۔ اور سخت ترین سزا دیتے تھے۔ مگر آپ ایسا نہین کرتے۔ بلکہ کمزوری دکھاتے۔ اور اپنے عزیزون کے معاملے مین نرمی کرتے ہین"

حضرت عثمان" وہ لوگ آپ کے بھی عزیز ہین؟"

حضرت علی" ہان میرے عزیز ہین لیکن دوسرے ان سے افضل اور اچھے عزیز بھی موجود ہین"

حضرت عثمان" آپ سے چھپا نہین کہ معاویہ کو عمر نے والی مقرر کیا تھا۔ مین نے بھی انھین مقرر کر دیا تو کیا خرابی ہوئی؟"

حضرت علی" مین قسم دلا کے پوچھتا ہون کہ آپ کو اس کی خبر ہے کہ عمر کا غلام یرفا بھی ان سے اتنا نہ ڈرتا ہوگا جتنا معاویہ ان کے نام سے کانپتے تھے؟"

حضرت عثمان" ہان جانتا ہون"

حضرت علی" مگر اب معاویہ کی یہ حالت ہے کہ معاملات سلطنت کا فیصلہ کر دیا کرتے ہین۔ بغیر اس کے کہ آپ کو خبر بھی ہونے پائے۔ اور وہان مشہور یہ کرتے ہین کہ یہ امیرالمومنین کا حکم ہے۔ اور پھر آپ کی یہ حالت ہے کہ ایسے امور کے جاننے پر بھی کبھی ان سے جواب نہین طلب کرتے"

حضرت علی کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمان مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور خدا کی ثناؤ صفت بیان کر کے یہ تقریر فرمائی" ہر چیز کے لیے ایک آفت

ہی۔ اور ہر بات ہی کوئی عیب۔ اس امت کی آفت اور اس نعمت خلافت کا عیب طعنہ دینے والے نکتہ چین لوگ ہین جو تمھارے سامنے تمھاری سی اور تمھارے پیچھے تمھارے خلاف باتین کیا کرتے ہین تم لوگ مجھ مین اُن باتون کو عیب بتاتے ہو جن کو تم بخدائے لائزال عمر بن الخطاب مین گوارا اور قبول کر لیا کرتے تھے۔ اُنھون نے تمھین ہاتھ سے مارا۔ پاؤن سے کچلا۔ اور زبان سے مٹایا۔ مگر اُن کی ہر بات پسند ہو یا ناپسند تم نے قبول کر لی۔ مگر مین نے تمھارے ساتھ نرمی کی۔ اور اپنے ہاتھ اور زبان کو روکا جس سے مجھ پر تمھاری جرأت بڑھ گئی۔ سُن رکھو کہ مین اپنے دوستون کے لحاظ سے قوی۔ اپنے حامیون کی وجہ سے غالب۔ اور اپنے طرفدارون کے اعتبار سے زبردست ہون۔ میرے بہی خواہون کا شمار زیادہ ہے۔ ذرا اشارہ کرون تو ابھی سب میری مدد کو آجائین۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مین ایسے اخلاق کو بھی ظاہر کر سکتا ہون جو مجھے نہین پسند ہے۔ اور ایسے الفاظ کو کہہ سکتا ہون جو میری زبان سے نہین نکلتے۔ لہذا اپنی زبانو کو مجھ سے روکو۔ اور اپنے حاکمون اور والیون پر طعن و تشنیع کرنے سے باز آجاؤ۔ اس کا بھی خیال کرو کہ مین نے اس شخص کو تقریر کرنے سے روک دیا جو میری جگہ کھڑے ہو کر گفتگو کرتا تو بغیر اس کے کہ میرے کچھ کہنے سننے کی نوبت آئے تم سب راضی ہو جاتے۔ بتاؤ کہان کا خون ناحق بہایا؟ مجھ سے پہلے تمھین جو کچھ مل رہا تھا خدا کی قسم اس مین ذرا بھی کمی نہین ہوئی۔ یہی تم کو پیشتر بھی مل رہا تھا۔ مگر اس زمانے مین تم نے کبھی اختلاف نہین کیا۔"

مروان نے اس کے بعد اُٹھ کر کہا "تم لوگ چاہو تو اسی وقت فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اور ہمارا تمھارا فیصلہ خدا کی قسم فقط تلوار سے ہوگا۔" اس پر حضرت عثمان نے ڈپٹ کے کہا "چپ رہو۔ مجھے اور میرے احباب کو باتین کرنے دو۔ تم کو دخل دینے کی ضرورت نہین۔"

حضرت عثمان نے اپنی وجہ دیکر خطبے مین حد سے زیادہ نرمی برتی تھی۔ مگر اس تقریر نے مخالفون مین اور آگ لگا دی۔ اور دشمنون کی

شورش حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ ابن سبا کی فتنہ انگیز مراسلت نے ساری قلمرو خلافت میں آفت مچا رکھی تھی۔ اور ہر شہر کے لوگ گھبرا گھبرا کے ایک دوسرے سے پوچھتے "یہ کیا اندھیر مچا ہوا ہے؟" اور یہی حالت آخر میں مدینے والوں کی بھی ہو گئی تھی۔

آخر پریشان ہو کر حضرت عثمان نے تمام شہروں میں خطوط بھیجے۔ اور اپنے عاملوں کے نام فرمان جاری کیے جن کا مضمون یہ تھا۔ "اہل مدینہ کو اطلاع ملی ہے کہ بعض مقامات میں لوگوں کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور اُن پر ظلم ہو رہا ہے۔ لہٰذا کل والیان ملک اور تمام لوگ جن کو میرے والیوں اور عاملوں سے کچھ شکایت ہو حج کے موقع پر آ کر میرے سامنے بیان کریں۔ اور اپنی داد پائیں اور اگر کوئی شکایت نہ ہو تو میرے والیوں کی عدالت گستری کی علی الاعلان تصدیق کریں۔" یہ فرمان اور خطوط جا بجا شہروں اور ملکوں میں پڑھے گئے تو اکثر نیک نفس لوگ زار و قطار رونے اور حضرت عثمان کو دعائیں دینے لگے۔ پھر جیسے ہی حج کا زمانہ آیا عبداللہ بن عامر۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ سعید بن عاص۔ عمرو بن عاص۔ اور اُن کے ساتھ ایک خلقت عظیم مکہ معظمہ میں جمع ہو گئی۔ ان سب کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت عثمان نے فرمایا "یہ کیا شکایت ہے؟ اور یہ کیسی بدنامی ہو رہی ہے؟ بخدا مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں (والیوں) کی نسبت یہ سچ نہ کہا جا رہا ہو۔ اور اگر یہ سچ ہے تو اس کا الزام بجز میرے اور کسی پر نہیں ہے۔"

سب نے عرض کیا کہ "آپ نے تو اپنے مفتشوں (انسپکٹروں) کو بھیج کر دریافت کر لیا۔ وہ لوگ گئے اور واپس آ گئے۔ نہ انھیں کسی جگہ ظلم و جور نظر آیا۔ اور نہ اُن خبروں کی کسی سے تصدیق ہوئی۔" آپ نے فرمایا "اصلیت نہیں تو پھر ان باتوں کی شہرت کیوں ہو رہی ہے؟"

اس کے جواب میں سعید نے کہا "یہ بالکل موضوع اور جعلی خبریں ہیں جو چپکے چپکے ہر جگہ پھیلا دی جاتی ہیں۔ اور ان کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جن لوگوں سے سنی جائیں اُن کی تفتیش کیجائے۔ اور جن سے اُن کی ابتدا

ثابت ہو وہ قتل کیے جائیں"۔

عبداللہ بن ابی سرح بولے "آپ لوگون پر شفقت و مرحمت فرماتے ہین تو پھر ایسے شریرون سے مواخذہ بھی نہ کیجیے۔ ایسے لوگون کے معاملے مین بہ نسبت درگزرنے کے سختی کرنا زیادہ انسب ہے"۔

اب حضرت معاویہ نے زبان کھولی اور کہا "جس سرزمین کا والی آپ نے مجھے بنایا ہے وہان سے بجز بھلائی کے اس قسم کی کوئی خبر آپ تک نہین پہونچی ہے۔ دوسرے علاقون کا حال حضرت زیادہ جان سکتے ہین جو وہان کے والی ہین۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ جن لوگون سے ایسی خبرون کی ابتدا ثابت ہو اُن کو اچھی طرح سزا دی جائے"۔

اب عمرو بن عاص نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "میرے نزدیک تو یہ بات ہے کہ لوگون کے حق مین آپ نہایت نرم ہو گئے ہین۔ ڈھیل ڈال دی ہے۔ اور جتنے وظائف عمر فاروق دیا کرتے تھے آپ اُن سے زیادہ دینے لگے ہین لہذا آپ کے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ دونون ماسبق بزرگون کا طریقہ اختیار کیجیے"۔

اگرچہ سب صاحبون نے اس موقع پر سخت گیری کا مشورہ دیا مگر حضرت عثمان کی رحم دلی اور شفقت مین فرق نہ آیا۔ اور ارشاد فرمایا "اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر آفت کے آنے کا ایک دروازہ ہوتا ہے۔ وہ دروازہ کھل گیا۔ اور یہی وہ فتنے ہین جن کا اس اُمت کے لیے اندیشہ ہے۔ اُن کا دروازہ بند کرنے کی لاکھ کوشش کی جائے بے کھلے نہ رہے گا۔ لہذا چاہیے جو ہو ہمین بجز حدود شرع قائم کرنے کے اور تمام معاملات مین نرمی سے کام لینا چاہیے۔ اس پر بھی فتنون کا دروازہ کھلا تو اس کا الزام کسی پر نہ ہو گا۔ اور خدا جانتا ہے کہ مین نے کبھی لوگون کو نکوکاری اور صلاحیت سے نہین روکا۔ لیکن اب فتنون کی چکی چلنے ہی کو ہے تو خوش نصیبی ہو عثمان کی اگر وہ مر جائے مگر اس چکی کو اپنے ہاتھ سے نہ چلائے۔ بہرحال تم سب جاؤ۔ لوگون کو تسلی دو۔ اُن کے حقوق ادا کرو۔ اور خدا کے

حقوق پورے کرنے مین سُستی نہ کرو"

اس تقریر کے بعد حضرت عثمان مدینہ طیبہ کیطرف روانہ ہوئے تو تمام والیان ملک ہمراہ رکاب تھے۔ اس لیے کہ اُسی طرف سے شام و عراق کو راستہ گیا ہے۔ مدینے مین داخل ہوتے ہی حضرت عثمان نے حضرات علی مرتضی۔ طلحہ۔ اور زبیر وغیرہ کو اپنے یہان بُلوایا۔ اور معاویہ نے جو دو ایک روز کے لیے رُک گئے تھے ان سب صاحبون کے سامنے ایک تقریر کی جس مین حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "آپ سب حضرات رسول اکرم صلعم کے صحابہ ہین۔ اور آپ ہی کو خلافت کا حق حاصل ہے۔ لہذا آپ کے سوا اور کوئی شخص جانشینی رسالت کی آرزو نہین کر سکتا۔ بجز اُس شخص کے جسے ہوس دامنگیر ہو۔ اور جبر و تعدی سے کام لے آپ نے عثمان کو خلیفہ منتخب کیا۔ جن کی عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور اب اُن کی نسبت اگر آپ مختل الحواس ہو جانے کا اندیشہ کرین تو بعید نہین ہے۔ میرے نزدیک ان کا اس رُتبہ کو پہونچ جانا بھی ان کے لیے موجب شرف ہے۔ مگر اس کے خلاف جس خیال کے ظاہر کیے جانے کا مجھے اندیشہ تھا اب وہ ہر شخص کی زبان پر ہے تاہم مجھے اس کا اقرار ہے کہ یہ جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے آپ صاحبون کی کوشش سے نہین ہے۔ خیر اب مین کہتا ہون کہ میرا یہ ہاتھ خلافت کی مدد کو ہر وقت طیار ہے۔ اور اس معاملے مین آپ اور لوگون کو طمع دلاتا ہون۔ مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ اگر لوگون نے اس کا ارادہ کیا تو اُنھین زک ہو گی"

جناب معاویہ کے یہ الفاظ سُن کر حضرت علی نے کہا "تمھاری ماں مرے تم کو معاملہ خلافت سے کیا تعلق ہے"۔ معاویہ نے جواب دیا "میری ماں کا نام نہ لو۔ وہ تم سب کی ماؤن سے کچھ بُری نہین ہین۔ اس لیے کہ اسلام لائین رسول خدا صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بلکہ اُن کا نام لینے کے بجاے میری بات کا جواب دو"

یہ ناگوار گفتگو سُنکر حضرت عثمان نے کہا "میرا بھتیجا (معاویہ) سچ کہتا ہے۔ اچھا مین اپنا اور اپنی خلافت کا حال خود ہی بیان کیے دیتا ہون۔ مجھ سے پہلے جو دو بزرگ خلیفہ ہوے تھے اُنھون نے اپنے نفسون پر ظلم کیا۔ اور انھین کسی قسم کا الزام نہین دیا جا سکتا۔ مگر خود حضرت رسول خدا صلعم کی یہ حالت

تھی کہ اپنے قرابت داروں کو دیا کرتے تھے۔ مین ایک ایسے گروہ کا شخص ہون جس مین کثرت سے لوگ عیال دار اور قلیل المعاش ہین۔ لہذا اُن کے لیے مین نے اپنا ہاتھ کسی قدر کھول دیا۔ اس کو اگر تم لوگ میری غلطی سمجھتے ہو تو جن جن لوگون کو مین نے کچھ دیا ہے اُن سے وہ رقمین واپس لے لو۔ اور مین وعدہ کرتا ہون کہ تمھاری مخالفت نہ کرون گا۔"

سب نے حضرت عثمان کی نیک نفسی کا اعتراف کیا اور کہا "آپ نے عبداللہ بن خالد بن اُسید کو پچاس ہزار کی۔ اور مروان بن حکم کو پندرہ ہزار کی رقمین دی ہین۔ اُن سے واپس لیجیے۔" حضرت عثمان نے اسی وقت دونون سے وہ رقمین واپس لے لین۔ اور سب لوگ آپ سے راضی ہو کر اپنے اپنے گھرون کو گئے۔

اُن کے جانے کے بعد جناب معاویہ نے تنہائی مین موقع پا کر حضرت عثمان سے کہا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے ساتھ شام مین چلے چلین وہان کے لوگ مطیع فرمان ہین۔" فرمایا "چاہے کیسا ہی لالچ دلایا جائے جوار رسول کو چھوڑ کر نہین جاؤن گا۔ اس مین میرا گلا کٹتا ہے تو کٹ جائے۔ مگر یہ نہین ہو سکتا کہ مدینے کے باہر قدم نکالون۔" معاویہ نے کہا "یہ نہین تو مین شام سے ایک لشکر بدرقہ بھیج دون گا جو آپ کے پاس ٹھہرے گا۔ اور آپ کی حفاظت کریگا۔ ممکن ہے کہ کوئی آفت اُٹھ کھڑی ہو۔ اس وقت کے لیے کوئی آپ کو بچانے والا لشکر ضرور موجود ہونا چاہیے۔" جواب دیا "مدینہ چھوٹا شہر ہے۔ کسی لشکر نے یہان قیام کیا تو ساکنین جوار رسالت تنگی اور دشواری مین مبتلا ہو جائین گے۔ مین یہ بھی نہین کر سکتا۔" عاجز آ کر جناب معاویہ نے کہا "خدا کی قسم لوگ آپ سے دغا کرین گے۔ اور لڑین گے۔" مگر حضرت عثمان نے کسی طرح نہ مانا۔ اور "حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" کہہ کر خاموش ہو گئے۔

آخر معاویہ نے ملک شام کی راہ لی لیکن لباس پہن کر گھر سے نکلے تو راہ مین حضرت علی۔ طلحہ اور زبیر کو ایک جگہ جمع پایا۔ اُن کے پاس کھڑے ہوئے۔ اور کہا "آپ سب صاحب جانتے ہین کہ لوگ حکومت کے لیے لڑتے اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو مبعوث کیا۔ اور اُس وقت سے لوگون کو

سبقت اسلام - وقدامت صحبت رسول - اور دینداری کے لحاظ سے شرافت اور فضیلت حاصل ہونے لگی - لہذا آپ حضرات اگر اسی اصول پر قائم رہیں تو حکومت آپکی ہے اور سب آپکی اطاعت اور پیروی کو طیار رہیں - لیکن اگر غلبہ کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنیکی کوشش کیگئی تو حکومت آپسے چھنکر غیروں کو ملجائیگی - میں بوڑھے محترم خلیفہ عثمان کو آپ کے درمیان چھوڑے جاتا ہوں - ان کے ساتھ بھلائی کیجئے اور اُن کے ممد و معاون رہیے" یہ تقریر کرکے معاویہ چلے گئے اور حضرت علی نے کہا "اِنھوں نے بات تو معقول کہی" اور زبیر نے "خدا کی قسم آج سے پہلے ہمارے دلوں میں اس شخص کی کبھی اتنی وقعت نہ تھی -

اب دنیائے اسلام میں عجیب انقلاب ہوگیا تھا - حالت نہایت نازک نظر آتی تھی ! درصحیح یہ ہے کہ جو لوگ تمام صحابۂ رسول اللہ صلعم کو عادل و ثقہ اور واجب التعظیم مانتے ہیں اُن کے لیے یہ نہایت مشکل موقع ہے -

یا تو حضرت عثمان سے لوگ اس قدر راضی تھے کہ آپ کے عہد کو حضرت عمر کے عہد سے بھی اچھا بتاتے - اس لیے کہ آپ زیادہ رحم دل شفیق اور فیاض تھے - مستحق مسلمانوں کے نام زیادہ وظیفے جاری کردیے تھے - اور اہل مدینہ کی دولتمندی حد سے گزر گئی تھی یا اب آپ پر ہر طرف سے اعتراضوں کی بھرمار ہو رہی تھی - اور ابن سبا اور چند فتنہ انگیزوں کے بہکانے سے اچھے اچھے لوگ بھی مخالفت پر آمادہ تھے - پہلے ہر اعتراض کا معقول جواب دیتے - مگر کوئی سماعت نہ کرتا - چنانچہ خوشکا تین سبائی دشمنان اسلام کر رہے تھے وہی بعض صحابہ کی زبانوں پر جاری ہوگئیں اور عوام سے سُن سُنکر بعض ازواج مطہرات رسالت بھی آپ کو الزام دینے لگیں - حتی کہ باقی زندگانی اہل شوری و عشرۂ مبشرہ حضرات علی طلحہ - اور زبیر کا طرز عمل بھی شبہ نظر آنے لگا -

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ یعنی حضرت عثمان کے خاندان والوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگان امت حضرت عثمان کی مخالفت اس لیے کر رہے ہیں کہ مسند خلافت کو اپنے لیے خالی کرائیں - چنانچہ اُنھوں نے طیش میں آکر سخت جواب دینا شروع کیے حضرت عثمان اُن کو سخت کلامی سے روکتے - مگر اُن کی بے اعتدالیوں نے عوام میں اور زیادہ ناراضگی بڑھادی -

اگرچہ آپ کے والیوں پر کوئی صحیح اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اُن کو جو الزام دیا گیا تحقیقات کے بعد وہ اُس سے بری ثابت ہوئے۔ مگر اکابر مدینہ اور اجلۂ صحابہ حضرت عثمانؓ کے پاس آ آ کر درخواست کرتے کہ انھیں فوراً معزول کر دیجیے۔ ادھر عمائد بنی اُمیہ ان والیوں کی طرفداری کرتے۔ جس سے آپ ایک عجیب کشمکش میں پڑے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی دماغ کمزور تھا اور قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ گرد و پیش کے سمجھانیوالوں کے سمجھانے سے آپ اس نتیجے کو پہونچے کہ میرے والی ہرگز ایسے بُرے نہیں ہیں جیسے کہ مشہور کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اُن کا بے وجہ معزول کرنا آپ کو کسی طرح جائز نہ نظر آتا۔

آخر مدینے کے عوام علانیہ مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن سبا کے خطوط نے اہل مدینہ کے تمام غلاموں اور صحابہ کے نوجوان فرزندوں کو فساد اور شورش پر آمادہ کر دیا تھا۔ حضرت رسول اکرم کی آنکھیں دیکھے ہوئے صحابہ میں سے بھی چند اُن کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ باقی اصحاب رسالت ابتدا میں اُن لوگوں کو روکتے رہے اور جب زور نہ چلا تو خاموش ہو کر الگ بیٹھ رہے۔ اور اب اطراف و جوانب کے بہت سے بدوی قبائل بھی مدینے میں آکر ہنگامہ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اُدھر بنی امیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت عثمان کی مخالفت کے پردے میں دراصل ہمارے مٹانے اور فنا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اس شورش کے زمانے میں حضرت عثمان نے اکثر مہاجرین و انصار کو جن میں عمار بن یاسر بھی موجود تھے اپنے یہاں بُلوایا اس لیے کہ حضرت معاویہ اس ہنگامے کا حال سُن کر شام سے آ گئے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کل اہل مدینہ کو ان الفاظ سے متنبہ کیا کہ اے گروہ صحابہ میں آپ کو اپنے ان بوڑھے بزرگ (عثمان) کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ اگر آپ کے درمیان میں مار ڈالے گئے تو میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ مدینے کو سوار دن اور پیدل سیہ گردن سے بھر دوں گا۔ پھر عمار کی طرف دیکھ کر کہا "عمار" یہ سُن رکھو کہ شام میں تنخواہ پانے والے

ایک لاکھ سوار موجود ہین۔ اور اسی تعداد مین ان کے اولاد و احفاد اور غلام ہین۔ وہ نہ علی کو جانتے ہین نہ اُن کی قرابت رسول کو۔ نہ عمار سے واقف ہین نہ ان کے گذشتہ کارنامون سے۔ نہ زبیر کو جانتے ہین۔ نہ ان کے احباب کو۔ نہ طلحہ کو جانتے ہین نہ اُن کے واقعات ہجرت کو۔ نہ ابن عوف سے ہیبت کھاتے ہین۔ نہ اُن کی دولت سے۔ اور نہ سعد سے ڈرتے ہین نہ اُن کی دعا کے تیر ہدف ہونے سے۔ لہذا اے عمار جو فتنہ کل پیدا ہونے والا ہے خبردار اُس سے بچتے رہنا۔ تاکہ بعد کو یہ نہ کہا جائے کہ فلان عثمان کا قاتل ہے اور فلان علی کا۔" یہ پہلا موقع ہے کہ جناب معاویہ نے بند بند الفاظ مین حضرت علی کو قتل کی دھمکی دی۔

ان مخالفتون کے انجام مین بنی امیہ کو اکابر صحابہ سے جو عداوت ہو گئی تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ کی گذشتہ تقریر کے بعد حضرت عثمان کے جب تنہائی مین حضرت معاویہ سے پوچھا کہ "اب اس بارے مین تمھاری کیا رائے ہے؟" یہ مہاجرین چاہتے ہین کہ تقدیر کو پہلے ہی بلا لین۔ (یعنی میرے مرنے کا انتظار کیے بغیر خلافت حاصل کر لین) اور مین سمجھتا ہون کہ ان کے دلون مین جو کچھ ہے اُسکو بے پورا کیے نہ رہین گے،، تو بیساختہ معاویہ کی زبان سے نکلا "میری رائے تو یہ ہے کہ مجھے اجازت دیجیے کہ ان سب کے سر اُڑا دون۔" پوچھا کس کے؟" کہا "علی۔ طلحہ۔ اور زبیر کے" سنتے ہی حضرت عثمان چونک پڑے اور فرمایا "سبحان اللہ! اصحاب رسالت کو مار ڈالون! اور بغیر اس کے کہ اُنھون نے کچھ کیا ہو یا کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہون۔ معاویہ نے کہا "تو اگر آپ نے اِن کو قتل کیا تو عنقریب یہ آپ کو قتل کرین گے" حضرت عثمان نے فرمایا "جو چاہے ہو۔ مین وہ پہلا شخص تو نہ ہونگا جو رسول اللہ صلعم کا جانشین ہو کر آپ کی اُمت کا خون کرے۔

حضرت عثمان کا یہ استقلال دیکھ کر جناب معاویہ نے کہا "تو پھر تین باتون مین سے آپ ایک کو اختیار کرین۔ پہلے یہ کہ آپ کی حفاظت کے لیے مین مدینے مین چار ہزار سوار مقرر کر دون" پوچھا "اُن کو تنخواہ کہان سے دی جائے گی؟" کہا "بیت المال سے" اس پر حضرت ذی النورین نے حیرت کے لہجے مین فرمایا "محض اپنی حفاظت کے لیے چار ہزار سوارون کو بیت المال سے تنخواہ دون یہ تو مجھ سے

نہ ہوگا"، حضرت معاویہ نے کہا "تو دوسری بات اختیار کیجیے۔ وہ یہ کہ ان سب لوگوں کو مدینے سے نکال کر دور دراز مقامات میں پھینک دیجیے۔ اس طرح کہ ان میں سے دو بھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں! اور وہاں سب کو جہاد کی مہموں اور خلافت کے اہم کاموں میں اس طرح پھنسا دیجیے کہ نماز سے زیادہ فکر ان کو اپنے اونٹوں کی ہو"۔ اس پر حضرت عثمان اور زیادہ متحیر ہوئے اور فرمایا "سبحان اللہ! معزز مہاجرین۔ اکابر صحابہ! اور باقیمندگان مجلس شوریٰ سب کو اُن کے وطنوں سے نکالو اور گھر بار اعزا و اقارب اور احباب سے جدا کر دوں۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا"۔ معاویہ نے کہا "تو اب فقط تیسری بات باقی رہ گئی ہے۔ وہ یہ کہ اگر آپ مار ڈالے جائیں تو مجھے اس کا حقدار بنا دیجیے کہ آپ کے خون کے انتقام کا دعوے کروں"۔ فرمایا "ہاں یہ ہو سکتا ہے"۔

چند ہی روز میں معاملات نے اور زیادہ نازک صورت پیدا کر لی۔ تمام لوگ جو حضرت عثمان سے منحرف تھے اُنھوں نے کل شہروں میں ایک تاریخ مقرر کر دی کہ اُس روز علانیہ حذر مچا دیں گے۔ مگر والیان ملک کو اس کا پتہ لگ گیا۔ اور ایسی بیدار مغزی اور خوش تدبیری سے کام لیا کہ کوئی شر اُٹھا نہ سکا۔ تب باغیوں نے اپنے شہروں میں ہنگامہ مچانے کے عوض ارادہ کیا کہ خاص مدینے میں آکر حضرت عثمان پر نرغہ کریں۔ اس کی اصلی محرک یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے پاس خود مدینے والوں کی طرف سے اس مضمون کے خطوط گئے کہ "اگر تمھیں جہاد کا شوق ہے تو یہاں آؤ۔ تمھارے خلیفہ نے دین محمدی کو غارت کر ڈالا ہے۔ لہٰذا فوراً آکر اس کی اصلاح کرو"۔

ان خطوں کا اثر مصر میں یہ ہوا کہ وہاں محمد بن ابی بکر اور محمد بن حذیفہ کی سازش سے (جو لوگوں کو حضرت عثمان کی مخالفت پر اُبھار رہے تھے) اہل مصر کا ایک گروہ عمرے کا بہانہ کر کے چل کھڑا ہوا جس میں خود محمد بن ابی بکر موجود تھے۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن بن عدیس بھی پانچ سو یا ایک ہزار رفیقوں کے ساتھ اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ کنانہ بن بشر لیثی اور سودان بن حمران سکونی وغیرہ بھی اُن لوگوں کے ساتھ ہوئے۔ اور غافقی بن حرب سب لوگوں کا

سرغنا قرار پایا۔

اسی تعداد مین ایک گروہ کوفے سے چلا جس مین زید بن صوحان عبدی۔ اشتر نخعی۔ زیاد بن نضر حارثی۔ اور عبداللہ بن اصم عامری تھے۔ تیسری طرف اسی تعداد مین بصرے کے بلوائیون کا ایک گروہ مدینے کیطرف چلا جس مین حکیم بن جبلۂ عبدی۔ ذریعہ بن عباد۔ بشر بن شریح قینی۔ اور ابن المحرش وغیرہ تھے۔ ان کا سرغنا حرقوص بن زہیر سعدی تھا۔ یہ سب لوگ شوال کے مہینے مین روانہ ہوے۔ اور شہر والون پر یہ ظاہر کیا کہ حج کو جاتے ہین۔

مصر کے بلوائی وہان سے چلے ہی تھے کہ والی بصرہ عبداللہ بن ابی سرح کو خبر ہوگئی اُنھون نے فوراً حضرت عثمان کو اطلاع کی۔ آپ نے خبر پاتے ہی مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہوکر ایک تقریر کی جس مین بلوائیون کی روانگی کا حال ظاہر کرکے فرمایا "ان لوگون نے فتنہ انگیزی مین عجلت کی۔ اور میری عمر دراز کرنی چاہی۔ مین خدا کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ اگر اُن کے ہاتھون میری زندگی کا خاتمہ ہوا تو پھر یہ لوگ تمنا کرین گے کہ میری عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال کا ہوتا۔ اس لیے کہ میرے بعد خونریزی مصیبت قتل وغارت اور شورش وفساد کے سوا کچھ نہ دکھین گے۔ اور نظر آجائے گا کہ شریعت کے احکام کیا سے کیا ہو گئے"۔ پھر اسی وقت آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو لکھا کہ "تم بذات خود ان لوگون کے تعاقب مین روانہ ہو"۔ اس حکم کے مطابق وہ فوج لے کر روانہ ہوئے۔ شہر ایلۃ تک پہونچے تھے کہ ایک طرف سنا "مصری بلوائیون نے حضرت عثمان کو محصور کرلیا ہے"۔ اور دوسری طرف خبر ملی "کہ محمد بن حذیفہ نے تمام اہل مصر کو اپنے موافق بنالیا ہے"۔ فوراً پلٹ کے مصر گئے۔ مگر مخالفون نے اس قدر شورش مچا رکھی تھی کہ شہر مین داخل ہونا نصیب ہوا۔ مجبوراً واپس آکر ارض فلسطین مین خاموش بیٹھ رہے کہ دیکھین ان ہنگامون کا کیا انجام ہوتا ہے۔

تینون مقامات کے بلوائی مدینے کے قریب پہونچے تو بصرے والے مقام ذی خشب مین اُتر پڑے۔ اور کوشش کرنے لگے کہ عثمان کو مسند خلافت سے اُتار کے حضرت طلحہ کے ہاتھ پر بیعت کرین۔ کوفے والے

بڑھ کے مقام اعوص مین اُترے۔ اور اُس کے دو بیٹے ہوے کہ خلیفۂ وقت کو معزول کرکے حضرت زبیر کو خلیفہ بنائین۔ اور مصر والے ذی المروہ مین اترے۔ اور اس کوشش مین مصروف ہوے کہ حضرت علی کو مسند نشین خلافت کرین۔ زیاد بن نضر اور عبداللہ بن اصم نے ایلچیون کی خدمت اپنے ذمے لی۔ تاکہ تینون گروہون مین آمد و رفت کرکے سب کو ایک راے پر متفق و متحد کرلین۔

مگر پہلی جاسوسی اُنھون نے یہ کی کہ مدینے مین جاکر لوگون سے ملے۔ اور ظاہر کیا کہ ہم خاندان رسالت کی حکومت چاہتے ہین۔ اور نیز یہ کہ بعض والیان ملک بدل دیے جائین۔ مگر یہ دونون شخص حضرات علی و طلحہ و زبیر مین سے جن بزرگ کے گھر گئے۔ اُنھون نے ملنے سے انکار کیا۔

بعد ازان مصر کے بلوائیون مین سے چند لوگ مدینے مین آکر حضرت علی سے اور بصرے کے چند بلوائی حضرت طلحہ سے ملے۔ اور کہا "ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہین آپ نے اس کو نہ مانا تو سخت ہنگامہ مچادین گے۔ اور جب تک آپ قبول نہ کرین گے برابر یہین آپ کے پاس آتے رہین گے۔ مگر دونون صاحبون نے اُن کو جھڑک کر اپنے یہان سے نکلوا دیا۔ بلکہ حضرت علی نے لوگون کی روک تھام کے لیے اپنے فرزند حضرت حسن کو ایک گروہ کے ساتھ حضرت عثمان کے مکان پر بھیج دیا۔ اور فرمایا۔ "جو لوگ ذی المروہ ذی خشب اور اعوص مین جمع ہین۔ رسول اللہ صلعم نے اُن کو ملعون فرمایا ہے"۔ اسی طرح حضرت طلحہ نے بھی اپنے دو بیٹون کو جناب ذی النورین کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ کوفے والون کے سفیرون نے بھی حضرت زبیر کی خدمت مین حاضر ہوکر یہی درخواست کی۔ اور یہی جواب پایا۔ اور حضرت زبیر کے فرزند عبداللہ بھی حضرت عثمان کے دروازے پر جا کھڑے ہوے کہ کسی کو اندر قدم نہ رکھنے دین۔

مدینے کا یہ رنگ اور اکابر صحابہ کی یہ مستعدی دیکھ کر بلوائی اپنے پڑاؤ مین واپس گئے۔ حضرت عثمان نے جب سُنا کہ ذی خشب مین

ایک جماعت اُن کی مخالفت کے لیے اُتری ہوئی ہے تو بنفس نفیس حضرت علی کے پاس تشریف لے گئے۔ اپنے حقوق قرابت جتائے۔ اور فرمایا "ان لوگوں پہ آپ کا اثر ہے لہذا آپ ان کے پاس جائیں اور اُنھیں روکیں" حضرت علی نے سُن کر ارشاد فرمایا "مین انھیں کیا کہہ کے پھیرون؟ فرمایا "جو مناسب جانیے ان سے کہیے۔ مین آپ جو کہین گے اُس کا پابند رہون گا"، حضرت علی نے کہا "مین نے بار بار آپ سے کہا اور آپ نے ہر بار وعدہ کر لیا مگر اس کے بعد اپنے قول سے پھر گئے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری خرابیاں مروان ابن عامر معاویہ۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کی وجہ سے ہین۔ آپ ان کا مشورہ مانتے ہین اور میرے کہنے پر عمل نہین کرتے"۔ حضرت عثمان نے کہا "اچھا مین آپ کے کہنے پہ چلون گا"۔

اس گفتگو کے بعد حضرت علی تیس مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر اہل مصر کے پاس گئے۔ اُنھین اطمینان دلا کے واپس کر دیا۔ اور مدینے مین آکر حضرت عثمان سے کہا "مین نے ان لوگون کو سمجھا دیا۔ اور وہ واپس گئے۔ اب آپ خود مجمع عام مین نکل کر خاص اپنی زبان سے اُن اصلاحون کا اعلان فرما دیجیے جو عمل مین آئی ہین۔ تمام شہرون کے لوگ برہم ہو رہے ہین۔ ایسا نہ ہو کہ کوفے اور بصرے کے بلوائی بھی آ پہونچین۔ اور اُسوقت آپ پھر مجھ سے فرمائین کہ انھین جا کر سمجھاؤ۔ اور مین ذرا بھی کوتاہی کرون گا تو آپ کہین گے کہ قرابت کا پاس و لحاظ نہ کیا"۔

حضرت علی کے کہنے سے جناب عثمان مسجد مین تشریف لائے۔ اور سب لوگون کے سامنے ایک تقریر کی جس مین اپنی غلطیون کا اعتراف اور توبہ کا اقرار کیا۔ اور فرمایا "حق اگر مجھے غلام بنا دے تو مین غلامون کی طرح رہون گا۔ مروان وغیرہ کو بھی تمھارے سامنے جھکا دون گا۔ اور تم جب چاہو گے مجھ تک پہونچ سکو گے"۔ یہ سُن کر تمام حاضرین زار و قطار رونے لگے۔ اور حضرت عثمان کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

اس کارروائی کے بعد آپ گھر مین آئے تو مروان۔ سعید اور چند اور نوجوانان بنی امیہ کو موجود پایا۔ اور مروان نے کہا "امیرالمومنین۔ مین کچھ عرض کرنا چاہتا ہون" قبل اس کے کہ حضرت عثمان کچھ جواب دین آپ کی بیوی نائلہ نے جو بڑی لائق خاتون اور خاندانی جھگڑون سے بے تعلق ہو کر خاص حضرت عثمان کی ذات تک

بہی خواہ تھین اور آپ کے ساتھ سچی دلی محبت رکھتی تھین۔ بولین "نہین تم خاموش رہو۔ لوگ اِن کو قتل کر کے کسی اور کو جانشین کر دین گے۔ اس لیے اِنھون نے جو کچھ کہہ دیا ہے اس سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے"۔ مروان نے حضرت عائشہ کو سخت جواب دیا۔ اور اِنھون نے اُس سے زیادہ سختی مگر معقولیت سے اُس کی تردید کی۔ مگر حضرت عثمان نے مروان سے فرمایا۔ "خیر مضائقہ نہین تم جو کہنا چاہتے ہو کہو"۔ اُس نے کہا "آپ کا یہ قول اگر کسی مجبوری سے ہوتا تو اس کو سب سے پہلے مین قبول کرتا۔ مگر آپ نے تو ذلت اختیار کر لی۔ خطا پر قائم رہنا اور خدا سے توبہ کر لینا واللہ اس سے اچھا تھا کہ علانیہ خطا کا اقرار کیا جائے"۔ حضرت عثمان نے کہا "تو پھر تمھارا جو جی چاہے باہر جا کے لوگون سے کہہ دو۔ مجھے تو اب اِس کے خلاف کہتے شرم آتی ہے"۔

اجازت پاتے ہی مروان باہر گیا۔ اور دیکھا کہ لوگون کا ٹھٹ لگا ہوا ہے۔ سب کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا "تم لوگ کیون جمع ہوے ہو؟ کیا ہمین لوٹنے آئے ہو؟ چاہتے ہو کہ ہم سے ہماری سلطنت چھین لو۔ اور ہمین ہمیشہ کے لیے نکال دو؟ یہ ارادہ ہے تو ہم بھی تمھارے ساتھ ایسا سلوک کرین گے جو تمھین ناگوار گزرے گا۔ جاؤ۔ اپنے گھر کا راستہ لو۔ اور ہم خدا کی قسم دبنے والے نہین"۔

مروان کی اس تقریر نے یک بیک آگ لگا دی۔ اور شورش پہلے سے بدرجہا زیادہ بڑھ گئی۔ لوگون نے دوڑ کے حضرت علی کو خبر کی۔ آپ نے اُسیوقت جا کے عبدالرحمن بن اسود سے پوچھا "آپ عثمان کے خطبے کے وقت موجود تھے؟" کہا "ہان تھا"۔ پوچھا "اور جو کچھ مروان نے کہا اُسکو بھی آپ نے سُنا؟" کہا "ہان سُنا"۔ اب حضرت علی نے سب کی طرف خطاب کر کے فرمایا "خدا کے بندو! اور مسلمانو! مین گھر مین بیٹھ رہتا ہون تو کہتے ہین کہ مین نے تعلقات قرابت منقطع کر دیے۔ معاملات مین دخل دیتا ہون تو یہ انجام ہوتا ہے کہ مروان آکر اُن کے قول کے ساتھ طاعت کرتا ہے۔ ان کی تلوار مروان کے ہاتھ مین ہے اور باوجودیکہ وہ صحبت رسالت کا شرف حاصل کر چکے ہین۔ اور کہن سال

ہین۔ مگر وہ اُن کی تلوار کو جدھر چاہتا ہے چلا دیتا ہے"۔ اس کے بعد آپ برہم و برافروختہ حضرت عثمان کے پاس گئے۔ اور کہا "آپ جو مروان سے راضی ہین اور مروان آپ سے راضی ہے یہ محض اس وجہ سے ہے کہ آپ دین اور عقل سے ہٹ گئے ہین جس طرح ساربان کسی اُونٹنی کو لے جاتا ہے ویسے ہی وہ آپ کو جدھر چاہتا ہے لیجاتا ہے۔ اور مروان نجدانہ دین مین صائب الرائے ہے۔ اور نہ اپنے ذاتی معاملات مین"۔ مجھے خطرہ نظر آتا ہے کہ وہ آپ کو آپ کے درجہ سے گرا نہ دے۔ اس لیے کہ یہ تو ممکن ہی نہین کہ بجز گھٹانے کے وہ آپ کے درجے کو ذرا بھی بڑھا سکے۔ بس اب اس کے بعد مین آپ کے پاس نہ آؤن گا۔ کیونکہ وہ آپ کی ذاتی بزرگی تشریف لے گئی اور آپ کی رائے پر غالب ہے"۔

یہ کہکر حضرت علی چلے گئے۔ آپ نے دروازے کے باہر قدم نکالا ہی تھا کہ جناب نائلہ نے حضرت عثمان سے کہا علی نے جو کچھ کہا آپ نے سُن لیا۔ اور اب وہ کہہ گئے کہ پھر نہ آئین گے۔ اس لیے کہ آپ کی مہار مروان کے ہاتھ مین ہے جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے"۔ حضرت عثمان بولے "تو پھر مین کیا کرون؟" نائلہ نے کہا "خدا سے ڈریے۔ اور آپ سے پہلے دو بزرگون کی جو وضع رہی وہی وضع اپنی بھی رکھیے"۔ حضرت نائلہ کی ان باتون کی خبر مروان کو ہوئی تو فوراً دوڑا آیا۔ اور جناب نائلہ کی شان مین کچھ سخت کلامی کرنے کو تھا کہ حضرت عثمان نے ڈانٹ کر روک دیا۔

رات ہوئی تو حضرت عثمان جناب علی مرتضیٰ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اُن سے کہا "مین اپنے قول سے نہ پھرون گا۔ اور جو کہا ہے وہی کرون گا"۔ حضرت علی بولے "آپ نے رسول خدا صلعم کے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی اور اُن باتون کو قبول کیا جن کو لوگ چاہتے ہین۔ پھر جب آپ گھر کے اندر چلے گئے تو مروان نے آپ کے پاس سے نکل کر خاص آپ کے دروازے پر لوگون کو گالیان دین۔ اور ایذا پہونچائی"۔ اس کا جواب حضرت عثمان نے کچھ نہین دیا بلکہ یہ کہتے اُٹھ کھڑے ہوے کہ تم نے مجھ کو ذلیل کیا۔ اور تم ہی نے لوگون کو میرے خلاف کر دیا۔ حضرت علی نے کہا "مین بخدا تمام لوگون سے زیادہ آپ کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہون۔ لیکن جب کوئی ایسی بات کہتا ہون جس مین سلامتی اور بہبود مدنظر ہو تو مروان آکر

دوسری بات پیش کرتا ہے۔ اور آپ فوراً میری بات کو رد کرکے اس کی بات مان لیتے ہین"۔

دوسرے ہی دن مروان نے حضرت عثمان سے یہ اعلان کرادیا کہ مصر والے پلٹ گئے اور میرے متعلق لوگون نے جو باتین سنی ہین سب غلط ہین"۔ اتنے مین عمرو بن عاص نے اُٹھ کر کہا "عثمان خدا سے ڈرو۔ تم نے بہت سے کام کیے اور تمھارے ساتھ ہم نے بھی کیے۔ لہذا خدا کی درگاہ مین تم بھی توبہ کرو اور ہم بھی توبہ کرین"۔ اس پر حضرت عثمان نے نہایت برہم ہوکر کہا "این یہ تو ہے۔ جب سے مین نے تجھے حکومت سے معزول کیا تیرے کیڑون مین جوئین پڑ گئین"۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی "توبہ کرو"۔ اور عمرو بن عاص نے دونون ہاتھ اُٹھا کر کہا "خداوندا سب سے پہلے مین توبہ کرتا ہون"۔ یہ کہہ کر عمرو بن عاص یہان سے گئے تو اسی وقت مدینہ چھوڑ دیا۔ ارض فلسطین مین جاکر دم لیا۔ اور کہتے ہین کہ مدینہ چھوڑنے سے پہلے انھون نے حضرات علی طلحہ و زبیر کو حضرت عثمان کے خلاف اُبھارنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ اور فلسطین مین بیٹھے ہر وقت شہادت عثمانی کی خبر سننے کے منتظر رہا کرتے۔

اب مصر کے بلوائی جو واپس جا چکے تھے یکایک پھر مدینے کیطرف پلٹ پڑے۔ محمد بن مسلمہ نے جاکر اُن سے واپسی کا سبب پوچھا تو انھون نے ایک خط پیش کیا اور کہا "مقام بویب مین ہم کو عثمان کا ایک غلام ملا جو ایک ناقہ کے اونٹ پر سوار مصر کیطرف جا رہا تھا۔ اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے سیسے کے چونگلے مین رکھا ہوا یہ خط ملا۔ جس مین عثمان اپنے والی مصر کو حکم دیتے ہین کہ عبدالرحمن بن عدیس عمرو بن حمق۔ اور عروہ بن یاع کو کوڑے مارے جائین ان کے سر اور ڈاڑھیان مُنڈوادی جائین پھر ان مین سے بعض مصلوب کیے جائین اور بعض مقید کیے جائین"۔ اس کے ساتھ ان لوگون نے یہ بھی کہا "اس معاملے مین ہم سے حضرت علی سے گفتگو ہو چکی ہے۔ اور انھون نے وعدہ فرمایا ہے کہ عثمان کو اس بارے مین سمجھائین گے۔

لیکن جب ہم نے سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید سے تذکرہ کیا تو انھون نے صاف جواب دیدیا کہ ہم تمھارے معاملے مین دخل نہ دین گے۔ بہرحال آج ظہر کے بعد ہم حضرت علی کے ساتھ آکر عثمان سے ملین گے۔" محمد بن مسلمہ نے بھی ان لوگون سے کوشش کا وعدہ کر لیا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر دونون حضرات یعنی حضرت علی اور محمد بن مسلمہ حضرت عثمان کے پاس آئے اور اہل مصر کے لیے حاضری کی اجازت مانگی۔ مروان حضرت عثمان کے پاس موجود تھا۔ بولا "مجھے جانے دیجیے مین ان لوگون سے گفتگو کرون گا۔" مگر حضرت عثمان نے اس موقع پر سخت سست کہہ کے اور ڈانٹ ڈپٹ کے اُس کو اپنے سامنے سے نکلوا دیا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد دونون صاحبون نے حضرت عثمان سے خط کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمان نے قسم کھائی کہ "نہ مین نے اس خط کو لکھا اور نہ مجھے اس کی اطلاع ہے۔" آپ کی زبان سے یہ جواب سنتے ہی محمد بن مسلمہ کہنے لگے "بیشک آپ سچ کہتے ہین اور یہ فعل آپ کا نہین ہو سکتا یقیناً یہ کارروائی مروان کی ہے۔"

اب اہل مصر حضرت عثمان کی خدمت مین باریاب ہوئے تو بجاے "السلام علیک یا امیر المومنین" کہنے کے فقط "السلام علیک" کہا۔ پھر عبداللہ بن ابی سرح کی چند شکایتین کین۔ بعد ازان کہا "ہم آپ کے قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔ مگر حضرت علی اور محمد بن مسلمہ نے یہ اطمینان دلا کر کہ ہماری سب شکایتین رفع ہو جائین گی۔ ہمین پلٹا دیا۔ واپس جا رہے تھے کہ راہ مین ہمین یہ خط ملا جس مین ابن ابی سرح کو ہدایت ہے کہ ہمین کوڑے مارین ہمارے ناک کان کاٹین۔ اور ہمین قید کر دین۔"

حضرت عثمان نے قسم کھا کر کہا "نہ مین نے یہ احکام جاری کیے اور نہ مجھے اس خط کی خبر ہے۔" حضرت علی اور ابن مسلمہ نے آپ کے اس ارشاد کی تائید اور آپ کی براءت کی۔ ان لوگون نے پوچھا "تو پھر یہ خط کس نے لکھا؟" فرمایا "مین نہین جانتا۔" اُنھون نے کہا "آپ کے نام سے اتنی بڑی جرأت کی جائے اور آپ کو خبر نہ ہو!" فرمایا "ہان مجھے نہین خبر ہے۔" وہ لوگ بولے "اور صورتون

سے خالی نہیں۔ اس انکار میں آپ جھوٹے ہیں۔ یا سچے، جھوٹے ہیں تو مسند خلافت سے اتار دیے جانے کے قابل ہیں کیونکہ ناحق ہمارے لیے سزاؤں کا حکم دیا۔ اور سچے ہیں تو بھی خلافت سے جدا ہونے کے قابل ہیں۔ اس لیے کہ ضعیفی نے آپ میں حکومت کی صلاحیت نہیں باقی رکھی۔ غفلت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مشیر برے ہیں ایسی حالت میں ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ خلافت کو اُس شخص کے ہاتھ میں رہنے دیں جس کی ضعیفی اور غفلت کے سبب سے یہ حالت ہو کہ معاملات کا فیصلہ کوئی اور شخص کرتا ہو۔ بہرحال آپ خلافت سے سبکدوش ہو جائیں۔" آپ نے فرمایا۔ اُس قبا کو تو میں نہ اُتاروں گا جو مجھے خدا نے پہنائی ہے۔ ہاں توبہ کر سکتا ہوں البتہ طیار ہوں" مصریوں نے کہا "آپ توبہ کرتے ہیں اور پھر وہی کام کرتے ہیں لہٰذا ہم تو جب تک خلافت سے آپ کو جدا نہ کر دیں گے یہاں سے نہ جائیں گے۔ یا تو آپ کو قتل کریں گے۔ اور یا اس کوشش میں خود قتل ہوں گے۔ اور اگر آپ کے اعزا اور رفقا مزاحم ہوئے تو ہم سے اُن سے مقابلہ ہو گا" حضرت عثمان نے فرمایا "یہ تو نہ ہو گا کہ میں خدا کی عطا کی ہوئی خلافت سے دست بردار ہو جاؤں۔ مجھے اپنا مار ڈالا جانا گوارا ہے۔ مگر یہ نہیں منظور۔ رہا یہ جو تم نے کہا کہ جو مزاحم ہو گا اُس سے لڑو گے تو میں کسی کو تم سے لڑنے کا حکم نہیں دوں گا اور اگر کوئی لڑا تو بغیر میری اجازت کے لڑے گا۔ مجھے لڑنا ہی ہوتا تو باہر سے لشکر بُلا لیتا۔ یا خود کسی اور سرزمین میں چلا جاتا"

اب چاروں طرف سے شور و غوغا مچ گیا صحبت کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اہل مصر کو باہر نکالا۔ اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اسی گھڑی سے مصر والوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اعلان کر دیا کہ "جو کوئی عثمان کی حمایت نہ کرے گا اُس کے لیے امان ہے"

مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کے معاملے میں حضرت عثمان کا جواب ناکافی تھا۔ مگر حضرت عبداللہ بن زبیر سے جب خوارج سے گفتگو ہوئی ہے تو اُنھوں نے نہایت زور دار اور صاف الفاظ میں قسم کھا کے کہا کہ "حضرت عثمان کے سامنے مصر والے اس خط کے بارے میں کوئی ثبوت اور کوئی معقول حجت نہیں

پیش کر سکے۔ اور قائل ہو جانے کے بعد اُنھون نے زبردستی اور بے وجہ ہنگامہ مچایا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس واقعے کے متعلق زیادہ روایتیں شیعہ راویون کی اور بعض شیعیان عثمان کی ہین۔ اور دونون نے واقعات کو اپنے اپنے خیال کے مطابق خوب رنگ کے بیان کیا ہے۔

محاصرے کے ابتدائی ایام مین اتنی زیادہ سختی نہ تھی۔ مدینے کے لوگ تو بلوائیون کے خوف سے دروازے بند کر کے گھرون مین بیٹھ رہے تھے۔ مگر خود حضرت عثمان کے استقلال و شجاعت کی یہ شان تھی کہ اگرچہ کوئی حامی اور مددگار نہ تھا روز ظہر کو نکل کر مسجد مین آتے اور نماز پڑھاتے۔ کسی کو اُن سے بات کرنے کی بھی روک نہ تھی محاصرے کا آغاز پہلے فقط مصر والون سے ہوا۔ پھر اُس کے بعد کوفے اور بصرے کے بدمعاش بھی شریک ہو گئے۔ جن کا بیان تھا کہ "ہم فقط اپنے بھائیون کی مدد کر رہے ہین۔ کیونکہ ہم مین اُن مین عہد و پیمان ہو گیا ہے" حضرت علی نے کوفے اور بصرے والون سے پوچھا بھی کہ تم لوگ تو کئی منزل واپس جا چکے تھے مصر والون کے پلٹ آنے کا حال تمھین کیسے معلوم ہوا؟ اس کا اُن سے جواب یہ ملا کہ "آپ جو وجہ چاہین سمجھ لین مگر اصل تو یہ ہے کہ ہم لوگ اس شخص کو مسند خلافت پر نہین رکھنا چاہتے"

حیرت کی یہ بات ہے کہ یہ لوگ اگرچہ حضرت عثمان کے سخت مخالف تھے۔ مگر ابھی تک نماز آپ ہی کے پیچھے پڑھتے۔ ہان اتنی شرارت ضرور کرتے کہ اگر کسی جگہ چند اہل مدینہ کو مجتمع پاتے تو مزاحم ہوتے۔ کیونکہ اُنھین اندیشہ تھا کہ مدینے مین اُن کے خلاف کوئی قوت نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت عثمان نے بدمعاشون کی یورش دیکھ کر اپنے مختلف والیون کو اس کی اطلاع کی۔ اور مدد مانگی۔ اور اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ معزز اور دیندار مسلمانون کے بڑے بڑے گروہ ہر طرف سے چل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جناب معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو۔ عبداللہ بن ابی سرح نے غالباً مراسلت کر کے معاویہ بن خدیج کو لشکرون کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کوفے سے قعقاع بن عمرو فوراً چل کھڑے ہوئے۔ اور عقبہ بن عامر۔ عبداللہ بن ابی اوفی۔ اور حنظلہ کاتب کھڑے گئے کہ اور لوگون کو جمع کر کے مدینے مین لائین۔ اسی طرح بصرے مین عمران بن حصین انس بن مالک [illegible]

ابن عمر خلیفۂ رسول کی کمک کے لیے لوگون کو جمع کرنے لگے۔ اور ایسا ہی جوش ہر ردی ان تمام صحابہ مین پیدا ہوگیا۔ جو ملک شام مین مقیم تھے۔

محاصرہ شروع ہونے کے بعد جو پہلا جمعہ پڑا اُس مین حضرت عثمان نے نماز کے بعد منبر پہ کھڑے ہو کر فرمایا۔

"لوگو۔ خدا خدا کرو۔ واللہ تمام اہل مدینہ جانتے ہین کہ رسول خدا صلعم نے تم لوگون کو ملعون بتایا ہے۔ غلطی مین نہ پڑو۔ اور صراط مستقیم سے نہ ہٹو۔" آپ کے بعد محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کے بیان کی تصدیق کی۔ مگر حکیم بن جبلہ نے اُنھین زبردستی بٹھا دیا۔ پھر زید بن ثابت اُٹھ کر کچھ کہنے کو تھے کہ ایک بلوائی نے اُنھین بھی پکڑ کر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی شورش پسند بلوائیون نے مسجد مین ہنگامہ مچا دیا۔ اور مٹھیون مین سنگریزے بھر بھر کے چارون طرف مارنے لگے۔ حتی کہ تمام لوگون کو مسجد سے نکال باہر کیا۔ اور حضرت عثمان پر سنگریزون کی اتنی بوچھار ہوئی کہ چوٹ کھا کر منبر سے بے ہوش گرے۔ اور لوگ ہاتون پر اُٹھا کر آپ کو گھر لے گئے۔

یہان تک نوبت پہونچی تو چند اہل مدینہ جن مین حسن بن علی۔ زید بن ثابت۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہم تھے آمادہ ہوے کہ بلوائیون سے لڑین اور حضرت عثمان نے سُنا تو اُنھین قسم دلا بھیجی کہ اس ارادے سے باز آئیے۔ چنانچہ سب کو مجبوراً گھرون مین جا کے خاموش بیٹھ رہنا پڑا۔

حضرت عثمان کو سنگریزون کی اذیت سے چونکہ غش آگیا تھا اس لیے حضرات علی طلحہ اور زبیر عیادت کو آئے۔ اور اس زمانے کی نازک حالت پر اظہار افسوس کیا۔ بنی امیہ کے چند لوگ اُس وقت حضرت عثمان کے گھر مین موجود تھے۔ اُن لوگون نے حضرت علی سے کہا "ساری خرابی تمھاری لائی ہوئی ہے۔ اور تم ہی نے ہم کو تباہ کیا۔ لیکن اگر تم اپنے مقصد مین کامیاب بھی ہو گئے تو باللہ العظیم ہم تمھاری دنیا تنگ کر دین گے۔" اُن کا یہ کہنا آپ کو ناگوار ہوا۔ اور طلحہ و زبیر کو بھی۔ چنانچہ تینون صاحب غصے مین بھرے اُٹھ کھڑے ہوے اور اپنے گھر چلے گئے۔

اس واقعے کے بعد بھی تیس روز تک حضرت عثمان مسجد مین آکر نماز پڑھاتے رہے۔ لیکن اُس کے بعد مخالفت اس درجہ بڑھی کہ بدمعاشون نے آپ کو نماز پڑھانے سے بھی روک دیا۔ اور آپ کی جگہ اُن کا سرغنا غافقی نماز پڑھانے لگا۔ اُن دنون مدینے کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ لوگ خوف کے مارے گھر سے باہر قدم نہ نکالتے اور اگر کسی ضرورت سے کوئی نکلتا بھی تو تلوار باندھے ہوئے۔ اور کوئی شخص بلوائیون سے ذرا بھی مزاحم ہوتا تو یہ بدمعاش بلا تامل اس کو قتل کر ڈالتے۔

اب چونکہ سارے شہر مین شورش مچی ہوئی تھی اور مدینے پر آفناتی بدمعاشون کی حکومت تھی۔ اور حضرت عثمان کے گھر پہ ایک خدائی کا نرغہ تھا اس لیے آپ نے ارادہ کیا کہ پھر حضرت علی کو بیچ مین ڈال کر فساد کو دور کرین مروان کو اصرار تھا کہ دفع الوقتی کے لیے سردست سب شرطین مان لی جائین پھر جب باہر سے مدد آجائے تو ان لوگون کو مار کے مدینے سے نکال دیا جائے۔ اور کچھ ضرورت نہین کہ ان بدمعاشون سے جو وعدہ کیا جائے اُسکی تعمیل بھی ہو۔" آخر اس کشمکش سے تنگ آکر حضرت عثمان نے حضرت علی کو بلوا بھیجا۔ اور اُن سے فرمایا "مجھے اپنی جان خطرے مین نظر آتی ہے۔ جسطرح بنے ان لوگون کو واپس کیجیے۔ اور وہ جو حقوق مانگین مین اُن کے دینے کے لیے طیار ہون۔"

حضرت علی نے فرمایا "ان لوگون کو آپ کے قتل کی اتنی ضرورت نہین ہے جتنی آپ کے انصاف کی ہے۔ مین نے پہلے بھی ان لوگون سے اس کا وعدہ کر لیا تھا مگر آپ نے میرے اقرار کو پورا نہین کیا۔ لہذا مجھے پھر اس آفت مین نہ پھنسائیے۔" حضرت عثمان نے اطمینان دلایا کہ "آپ کی مین قسم کھا کے کہتا ہون کہ آپ اُن سے جو اقرار کرین گے اس کو پورا کرون گا۔"

اس پر مطمئن ہو کر حضرت علی باہر نکلے اور اُن لوگون سے کہا "تم لوگ جو حقوق مانگتے ہو تم کو دیے گئے۔" اُن لوگون نے کہا "ہم نے مانا۔ مگر اب خالی خولی وعدے سے ہمارا اطمینان نہ ہوگا۔" اُن کا یہ پیام حضرت علی نے جناب عثمان کو پہونچایا تو آپ نے فرمایا "آپ میرے اور ان لوگون کے درمیان ایک مدت مقرر کرا دین۔ اس لیے کہ ایک ہی دن مین اُن کی سب شکایتون کا رفع ہو جانا

محال ہے" حضرت علی نے کہا "جو امور مدینے کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے لیے کسی مدت کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے وہ امور جن کو دیگر ممالک سے علاقہ ہے اُن کے لیے اتنی مدت رہنی چاہیے جتنے زمانے میں آپ کے احکام وہاں پہونچ جائیں" حضرت ذی النورین نے فرمایا "تو معاملات مدینہ کے لیے مجھے تین دن کی مہلت دیجیے" حضرت علی نے اس کو منظور کیا اور اس مضمون کا ایک اقرار نامہ قلمبند ہو گیا کہ "کل مظلمے دور کر دیے جائیں گے۔ اور تمام عامل جن کو یہ لوگ ناپسند کریں معزول ہوں گے" اس قرارداد کے مطابق محاصرہ کرنے والے رُک گئے۔

مگر جب تین دن گزر گئے اور کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی تو بدمعاشوں کا پھر نرغہ ہوا اور سختی سے تقاضا کرنے لگے کہ "اپنے عاملوں کو موقوف اور مظالم کو دور کیجیے" حضرت عثمان نے جواب میں کہا "اگر یہی ہوا کہ جسے تم چاہتے ہو اُسے معزول اور جس کو تم بتاؤ اُس کو مقرر کروں تو پھر میری کیا ضرورت رہی؟ یہ تو تمھاری حکومت ہوگی" یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ بگڑ کھڑے ہوئے اور کہا "اب تو صاف صاف کہا جاتا ہے کہ ان باتوں کو چھوڑیے۔ ورنہ خلافت سے دست بردار ہو جائیے یا مقابلہ کیجیے" حضرت عثمان نے پہلی بات کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے میں وہی پھر کہا جو کہہ چکے تھے۔ کہ "خدا نے جو قبا مجھے پہنا دی ہے اُسے نہ اُتاروں گا" اور اس گھڑی سے محاصرے میں بہت زیادہ سختی شروع ہو گئی۔

اب حضرت عثمان نے حضرات علی طلحہ اور زبیر کو پھر بلا بھیجا اور اُن کی موجودگی میں اپنے کو بٹھا کر تمام خلقت کے سامنے برآمد ہوئے اور سب کی طرف خطاب کر کے فرمایا "لوگو بیٹھ جاؤ" چنانچہ سامنے والے مکانوں کی محرابوں اور زینوں پر سب بیٹھ گئے۔ تب ارشاد ہوا "اے اہل مدینہ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمھارے حق میں اچھی رہے میں قسم دلا کے تم سے پوچھتا ہوں کہ تمھیں یاد ہے عمر فاروق کے شہید ہونے کے وقت تم نے دعا مانگی تھی کہ خدا تم میں سے بہترین شخص کو تمھاری حکومت کے لیے منتخب کرے۔ اور تم سب کو اس کی اطاعت پر متفق کر دے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا نے تمھاری وہ دعا نہیں قبول

کی؟ یا تمھارا خیال ہو کہ خدا نے اپنے دین کو ذلیل سمجھا؟ اور چاہے کوئی خلیفہ منتخب ہو جائے اس کی پروا نہ کی؟ یا دیندار لوگ متفق الرائے نہیں ہوئے؟ کیا تم کہتے ہو کہ اُس وقت صحیح مشورہ نہیں ہوا؟ اور اس وقت جو کچھ ہوا محض ایک مکابرہ تھا؟ جس کے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے امت محمدی کو چھوڑ دیا؟ کیا تم یہ کہتے ہو کہ خدا کو میرے انجام کار کا علم نہ تھا؟ اس کے بعد میں پھر تمھیں قسم دلا کے پوچھتا ہوں کہ کیا تم میرے گذشتہ کارنامون اور میری اِن فضیلتون سے واقف نہیں ہو جن کی بنا پر انتخاب خلافت میں مجھے اور دون پر ترجیح دی گئی؟ خبردار مجھے قتل نہ کرو! اس لیے کہ بجز زنائے محصنہ کے مرتکب کے یا مرتد کے یا ایسے شخص کے جس نے کسی مسلمان کو بے گناہ مار ڈالا ہو۔ اور کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے مجھے قتل کر ڈالا تو تلوار کو خود اپنی گردنون پر لے لوگے۔ اور خدا کبھی تم سے باہمی جھگڑا دون کو دور نہ کرے گا"

مخالفون اور باغیون نے اسکی تردید میں کہا "آپ کے خلیفہ منتخب ہو جانے کا باعث تو یہ ہے کہ خدا نے آپ کو ایک آزمایش میں ڈالا۔ اور اپنے بندون کو اُس میں مبتلا کیا۔ رہے رسول خدا صلعم سے آپ کے تعلقات اور آپ کے نیک کام۔ تو بیشک آپ پہلے ایسے ہی نکلے کہ اور خلیفہ منتخب ہونے کے اہل تھے لیکن اس کے بعد آپ نے ایسے کام کیے جو آپ کو معلوم ہیں لہذا ضرور ہے کہ ہم آپ پر حق کو جاری کریں تاکہ یہ فتنہ سال آیندہ میں نہ باقی رہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ تین شخصون کے سوا اور کسی کا قتل کرنا حلال نہیں ہے۔ تو سنیے قرآن مجید سے اِن تین گنہگارون کے سوا اور لوگون کا قتل کرنا بھی مباح ثابت ہوتا ہے اُس شخص کو قتل کرنا جو دنیا میں فساد پیدا کرے اُس شخص کا قتل کرنا جو بغاوت کرے اور باغی ہو کر لڑے۔ اس شخص کا قتل کرنا جو اجرا حق میں مانع اور مزاحم ہو۔ اس پر اصرار کرے۔ اور اُس کی جنبہ داری میں ہتھیار اُٹھاے۔ آپ وہ شخص ہیں جس نے بغاوت کی۔ اجرا حق میں مانع ہوا۔ اور اس پر اصرار کیا جس کسی پر ظلم کیا اس کا معاوضہ خود اپنی ذات سے نہیں ادا کیا۔ اور یہ دلیل اختیار کی کہ ہم تم پر حاکم ہیں۔ بہرحال اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں تو ہم سب آپ کو چھوڑ کر چلے جائینگے"۔ حضرت عثمان نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور اندر آ کے بیٹھ رہے۔ مگر جاتے جاتے اہل مدینہ کو قسم دلاتے گئے کہ آپ سب صاحب اپنے گھرون کو واپس جائیں۔ اور کسی کو میری حمایت

مین لڑنے کی ضرورت نہین ہے"

آپ کی اس تاکید سے سب لوگ واپس چلے گئے بجز حضرات حسن بن علی عبداللہ بن عباس۔ محمد بن طلحہ۔ عبداللہ بن زبیر اور ان ہی کے ایسے چند بزرگون کے جو آپ کے دروازے پر سے نہین ہٹے۔ اور اُن کی رفاقت مین کچھ اور لوگ بھی آگئے تھے۔

یہ محاصرہ چالیس روز تک رہا۔ اٹھارہ دن گزرے تھے کہ مختلف شہرون اور ملکون کے شتر سوارون نے آکر بلوائیون کو خبر کی کہ تمھاری مقابلے پر آنے کے لیے بڑے بڑے لشکر تیار ہو رہے ہین۔ یہ سنتے ہی بدمعاشون نے اس کی بھی روک ٹوک کردی کہ نہ کوئی آپ کے پاس جانے پائے اور نہ کوئی آپ سے ملنے پائے۔ اس کے ساتھ ضروری چیزون کے اندر جانے کی بھی ممانعت کردی حتی کہ دانہ پانی آپ پر سختی سے بند کر دیا گیا۔

پانی کی سخت تکلیف ہوئی تو حضرت عثمان نے مخفی طور پر حضرات علی طلحہ اور زبیر اور ازواج مطہرات رسالت کو اپنی حالت سے آگاہ کیا۔ اور درخواست کی کہ میرے یہان پانی پہونچائیے۔ سب حضرات اعانت پر آمادہ ہوگئے۔ اور سب سے پہلے حضرت علی اور ام المومنین اُم حبیبہ نے پانی پہونچانے کی کوشش کی۔ حضرت علی رات کے اندھیرے مین بلوائیون سے جاکر لڑے اور فرمایا "یہ جو تم کر رہے ہو نہ مسلمانون کا طریقہ ہے اور نہ کافرون کا شیوہ۔ پانی اور حوائج ضروریہ کو نہ بند کرو۔ رومی اور عجمی بھی کسی کو قید کرتے ہین تو کھلانے پلانے مین کمی نہین کرتے"۔ مگر ان اشقیا نے آپ کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ مایوس ہوکر حضرت علی نے اپنا عمامہ اُتار کے حضرت عثمان کے گھر مین پھینک دیا۔ جس مین اشارہ تھا کہ مین آپ کی مدد کو آیا مگر ناکام واپس جاتا ہون"۔

حضرت اُم حبیبہ اپنے ایک خچر پر سوار ہوکر گھر سے نکلین اور پانی کا گھڑا آگے رکھ لیا۔ شریر بدمعاشون نے اُن معصومہ پر حملہ کر دیا۔ اور خچر کے منہ پر مارنے لگے۔ مادر محترمہ نے فرمایا "مجھ سے متعلق نبی امیہ کی چند ضروری وصیتین ہین۔ اُن کے بارے مین مشورہ کرنا چاہتی ہون تاکہ یتیمون کا مال ضائع نہ ہو۔ شریرون نے ایک نہ سُنی۔ تلوار سے خچر کا تنگ کاٹ دیا۔

فجر بھڑکا۔ اور قریب تھا کہ زوجۂ محترمۂ رسول خدا صلعم زمین پر آ رہیں۔ مگر خوش قسمتی سے چند رفقا ساتھ تھے جنھوں نے جھپٹ کے خچر کو سنبھال لیا۔ اور گھر پہونچا آئے۔

پانی پہونچانے میں حضرت علی اور حضرت ام المومنین اُم حبیبہ کی ماں کا حال طلحہؓ و زبیر نے سُنا تو اُنھیں گھر سے قدم نکالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن حزام کے گھرانے والے جن کا گھر حضرت عثمان کے گھر سے ملا ہوا تھا چپکے سے آپ کو پانی پہونچا دیا کرتے تھے۔

اب جناب ذی النورین کی مظلومی انتہائی درجے کو پہونچ گئی تھی۔ اور آپ دانے کی تنگی نے بے دست و پا کر دیا تھا۔ گھر کے پھر ایک دن کوٹھے پر چڑھے اور سرکش اشقیا کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا "میں تمھیں قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ یہ سامنے کا بیر رومہ جس سے میرے یہاں پانی آتا ہے اس کو عام مسلمانوں کی سیرابی کے لیے میں نے اپنے روپیہ سے خریدا تھا یا نہیں؟ پھر اس کو میں نے سارے مسلمانوں کے لیے عام کر دیا۔ اور جس طرح سب اس سے پانی لیتے تھے میں بھی لیتا رہا؟" سب نے اقرار کیا۔ اور آپ نے پوچھا "تو پھر مجھے اس کا پانی لینے سے کیوں روکتے ہو؟" اس کا کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "میں پھر تم سے قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ میں نے فلاں فلاں زمینیں خرید کر مسجد نبوی میں بڑھائی ہیں یا نہیں؟" سب نے اس کو بھی مانا۔ اور آپ نے پوچھا "بھلا تمھارے علم میں مجھ سے پہلے کوئی اور بھی اس میں نماز پڑھنے سے روکا گیا تھا؟ پھر اسی سلسلے میں ارشاد ہوا "قسم کھا کے بتاؤ۔ کہ رسول خدا صلعم نے میری نسبت یہ یہ باتیں فرمائی ہیں یا نہیں؟" اور اپنے فضائل کی حدیثیں گنوانے لگے۔

اس موقع پر حضرت عثمان نے یہ بھی فرمایا "تم لوگ جانتے ہو کہ جس وجوہ کی بنا پر تم نے سرکشی کی ہے اُن سے میں نے توبہ کر لی۔ اور خدا سے معافی مانگی۔ تمھارا خیال ہے کہ میں نے طرز حکمرانی کو بدل دیا۔ اگر سچے ہو تو اپنے اس دعوے کے ثبوت میں گواہ عادل پیش کرو۔ اور تمھارے پاس ثبوت نہیں ہے تو حسب الحکم شرع میں خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کھانے کو موجود ہوں۔ جس خط کو کہتے ہو اُس کو نہ میں نے لکھا۔ نہ لکھوایا۔ نہ مجھے اس کی اطلاع ہے" پھر فرمایا "سنو۔ اور مانو۔ سرکشی اور تفرقہ اندازی سے بچو۔ خدا کی ہدایت قبول کرو۔ اور

اور اُسکے عذاب سے ڈرو۔ اگر تم وہی کر گزرے جو چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ پھر کبھی مسلمان اتحاد و اتفاق کی صورت نہ دیکھیں گے۔ اور تمہارا دشمن تم پر مسلط ہوگا۔ یہ بھی سُن لو کہ ایک گروہ نے دعویٰ کیا کہ وہ لوگ مجھے حق کیطرف بلاتے ہیں مگر جب حق اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو اُنھوں نے مُنہ پھیر لیا۔ میری درازیٔ عمر اُن پر گران گزری۔ اور اُنھیں فکر ہوئی کہ میرا جلد خاتمہ کر دیں۔ وہ لوگ تم سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میں نے جو کچھ حقوق دیے اُن پر وہ راضی ہو گئے۔ اور مجھے یاد نہیں آتا کہ جن باتوں کا میں نے اقرار کیا تھا اُن میں سے ایک بھی پوری نہ کی گئی ہو۔ ان لوگوں کا دعویٰ تھا کہ حدود اللہ کی پابندی اور رفع مظالم کے خواستگار ہیں میں نے اسے قبول کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ عمر بن عاص اور عبداللہ بن عامر کے ایسے قوی دامین لوگ مقرر کیے جائیں۔ اس کی تعمیل پر بھی میں آمادہ ہو گیا۔ مگر اب بھی وہ راضی نہ ہوئے۔ میرا مسجد کا راستہ روک دیا۔ اور سارا مدینہ سر پر اُٹھا لیا۔ اور میرے سامنے تین شرطیں پیش کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہوئی ہو اُس کا انتقام میری ذات سے لیں۔ دوسرے یہ کہ میں خلافت کو چھوڑ دوں اور وہ کسی اور کو خلیفہ بنائیں۔ تیسرے یہ کہ وہ ایسی فوجوں کو بلوائیں جو ان کی مطیع ہوں۔ اور ان کی سطوت سے مجھے مغلوب کریں۔ حالانکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ میری اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔"

اس کے بعد حضرت عثمان نے اُن کی شرطوں کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔ اور خلافت سے دست بردار ہونے کے بارے میں کہا "مجھے سولی دیا جانا گوارا ہے۔ مگر یہ نہیں گوارا کہ خلافت کو چھوڑ دوں۔ اس لیے کہ رسول خدا صلعم مجھ سے اپنی زبان مبارک سے فرما چکے ہیں کہ اے عثمان میرے بعد خدائے تعالیٰ تم کو ایک قبا پہنائے گا۔ لوگ اس کو اُتارنا چاہیں گے پھر بھی نہ اُتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملنا۔"

حضرت عثمان کی اس تقریر سے اصلی واقعات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اور مختلف و متضاد روایات جن کو بعد والوں نے اپنے عقائد اور خیالات کے مطابق مشہور کر دیا ہے۔ ان کے خلاف صاف کھل جاتا ہے کہ حضرت

عثمان کس قدر معذور و بیگناہ تھے۔ اور آپ پر کیسا سخت ظلم ہوا۔ ابھی تک عام اہل مدینہ سمجھ رہے تھے کہ آپ کے یہاں کھانا پانی جانے کی روک نہیں ہے۔ لیکن آپ کی تقریر سے سب کو اس کی اطلاع ہوئی تو جس نے سُنا کہنے لگا "امیرالمومنین کو حوائج ضروریہ سے نہ روکنا چاہیے" یہ دیکھ کر یورش کرنے والے بدمعاش گھبرائے اور سب کے خاموش کرنے کے لیے اشتر نے اُٹھ کر کہا "یہ ان کا (حضرت عثمان کا) فریب ہے۔ دھوکے میں نہ آؤ" یعنی حوائج ضروریہ نہیں بند کیے گئے ہیں۔

اب حج کا موسم آگیا تھا اور لوگ ادائے حج کے لیے جا رہے تھے۔ محبوبۂ رسول خدا صلعم حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ نے بھی سفر حج کا ارادہ فرمایا تو اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابی بکر سے جو مصر کے بلوائیوں کے ساتھ آئے تھے فرمایا "تم ساتھ چل کے مجھے حج کرا لاؤ۔ اُنھوں نے انکار کیا۔ اور کہا "مجھ سے تو جہاں تک بنے گا اہل مصر کا ساتھ دوں گا" حنظلہ کاتب نے جو کوفے سے حضرت عثمان کی حمایت کے لیے آگئے تھے اُن کے یہ الفاظ سُنے تو متعجب ہوئے اور اُن سے کہا "تم نے ام المومنین کا ساتھ دینا تو نہیں پسند کیا۔ مگر ان مردم خوار بھیڑیوں کا ساتھ دینے کو طیار ہو جن کی رفاقت جائز نہیں اگر اس مقصد میں تم زبردستی کامیاب بھی ہو گئے تو یاد رکھو کہ بنی عبد مناف غالب آئیں گے۔ اور تم کو کچھ نہ ملے گا" یہ کہتے ہی حنظلہ مدینہ چھوڑ کے کوفے میں واپس چلے گئے۔

اب قافلۂ حج جانے کو طیار تھا۔ اور ضرورت تھی کہ کوئی امیرالحج مقرر کیا جائے۔ اس دینی خدمت کے انجام دینے کے لیے حضرت عثمان پھر کوٹھے پر برآمد ہوئے۔ اور عبداللہ بن عباس کو سامنے بلوا کر حکم فرمایا کہ "آپ امیرحج بن کر قافلے کے ساتھ جائیں" ابن عباس اُن بزرگوں میں تھے جو حضرت ذی النورین کی حفاظت کے لیے ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتے۔ عرض کیا "امیرالمومنین مجھے حج میں جانے کے مقابل ان لوگوں کی روک تھام کرنا اور ان پر جہاد کرنا زیادہ ضروری اور اچھا معلوم ہوتا ہے" مگر حضرت عثمان نے دوبارہ وہی حکم فرمایا۔ اور تسکین دلا کر اُنھیں مکۂ معظمہ کی طرف روانہ کر دیا۔

اب بلوائیوں کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کو آئے ہوئے ہیں وہ ارادہ کر رہے

ہین کہ حضرت عثمان کی مدد کے لیے مدینے مین آئین ۔؟ اور اس کام کو وہ مفروضہ مناسک حج مین شامل سمجھتے ہین ساتھ ہی یہ بھی ان لوگون کے گوش گزار ہوا کہ جناب ذی النورین کی مدد کے لیے لوگ تمام شہرون سے چل کھڑے ہوے ہین۔ ان خبرون نے بدمعاشون مین زیادہ شورش و سرگرمی پیدا کردی۔ اور مشورے کے بعد اُنھون نے طے کیا "کہ ہم نے جو جھگڑا مول لیا ہے اُس کے اندیشون سے جب تک حضرت عثمان کو مار نہ ڈالین گے نجات نہ ملے گی۔ ان کے قتل کی خبر مشہور ہوتے ہی لوگون کو یہان کا آنا بے نتیجہ نظر آئے گا۔ اور جو جہان تک آیا ہے وہین رُک جائے گا"

اس قرارداد کے مطابق سب نے حضرت عثمان کے دروازے پر نرغہ کیا۔ حضرت حسن۔ عبداللہ بن زبیر۔ محمد بن طلحہ۔ سعید بن عاص۔ مروان اور دیگر فرزندان کبار صحابہ نے پوری شجاعت سے سینہ سپر ہوکر اُنھین روکا اور ہٹا دیا۔ اس معرکے مین حضرت حسن پر ایک ایسا تیر پڑا کہ خون مین نہاگئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ اور حضرت علی کے غلام قنبر کے بھی چوٹ آئی۔

آپ نے اپنے ان حامیون کی یہ جانبازیان دیکھکر حضرت عثمان نے ناگواری کے ساتھ فرمایا "مین تم سبکو اپنی حمایت کے فرض سے سبکدوش کرتا ہون۔ ہرگز نہین چاہتا کہ میری طرف سے لڑو"۔ مگر اُن حضرات نے اس حکم کو نہ مانا اس لیے کہ امام زمانہ کی اعانت کو اپنا فرض جانتے تھے۔ اُنکا اصرار دیکھکر حضرت عثمان نے اپنا دروازہ کھول دیا۔ اور خود باہر نکل آئے۔ آپ کو گھر کے باہر دیکھتے ہی حامیان خلافت نے بلوائیون پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ لوگ شکست کھاکر بھاگے اور فرزندان صحابہ نے اُن کا تعاقب کیا۔

اس موقع پر حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کتب سماوی کے عالم اور فاضل اجل مانے جاتے تھے سامنے آکر بلوائیون سے کہا "لوگو۔ خدا کی تلوار کو اپنے اوپر برہنہ نہ کرو۔ یہ تلوار میان سے نکلی تو نکلی ہی رہے گی۔ سمجھو۔ آج تمہارا حاکم دُرّہ لے کر اُٹھتا ہے۔ کل تلوار لیکر اُٹھے گا۔ مدینے کو بارہ ہزار فرشتے اپنے جھرمٹ مین لیے ہین۔ امیرالمومنین شہید ہوے تو چھوڑ کر چلے جائین گے" اس کے جواب مین بدمعاشون نے چلا کر کہا "او یہودن کے بچے تجھے ان معاملات

کیا سر و کار ہے؟" اور اُن بیچارے پر ہر طرف سے سنگریزے اور ڈھیلے برسنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئے۔ اور حضرت عثمان کی طرف خطاب کر کے فرمایا "امیر المومنین صبر کیجیے۔ خدا کی قسم کتب آسمانی میں آپ خلیفۂ مظلوم شہید کے لقب سے یاد کیے گئے ہیں۔ آخر حضرت عثمان نے اپنے طرفداروں کو قسمیں دلا کر لڑائی سے روکا۔ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے سب حامیوں کو مکان کے اندر کر کے دروازہ بند کروا لیا۔

اب اشقیا نے آپ کے دروازے پر نہ کیا۔ باہر کوئی روکنے والا نہ تھا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اور جب کسی کے بس نہ چل سکا تو بلوائیوں نے اُس میں اور اُس کے آگے والے چھپتے میں آگ لگا دی۔ دروازے سے شعلے اُٹھے۔ اور جو لوگ اُس کے پاس کھڑے تھے پیچھے ہٹ گئے۔

دروازے پر تو یہ ہنگامہ بپا تھا۔ مگر حضرت عثمان جو گھر میں داخل ہوئے تو سیدھے کوٹھے پر گئے۔ نماز کی نیت باندھ لی۔ اور اُس میں سورۂ طٰہٰ شروع کی۔ باوجودیکہ سخت ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ چیخ پکار کی آوازیں بلند تھیں۔ مگر آپ نماز میں اس درجہ محو تھے کہ نہ شور و غل سنا نہ کھانسے نہ کھنکارے۔ اور نہ کسی جگہ قرأت میں اٹکے۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی قرآن لے کر بیٹھ گئے۔ اور یہ آیت زبان تھی "اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" (وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ سب تمہارے خلاف ہیں اُن سے ڈرو۔ تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہمارے لیے خدا کافی ہے۔ اور وہی اچھا وکیل ہے۔)

دروازے کی آگ بھڑکی تو آپ نے اُن سب حضرات کو جو گھر کے اندر تھے بلایا اور فرمایا "رسول اللہ صلعم نے مجھ سے عہد لیا ہے۔ جس پر میں صبر کے ساتھ قائم ہوں۔ ان لوگوں نے دروازے میں اس لیے آگ لگائی ہے کہ اس سے زیادہ سخت کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں" پھر حضرت حسن سے فرمایا "تمہارے والد اس وقت ایک بڑے اہم معاملے میں مبتلا ہیں۔ میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ تم ان کے پاس واپس جاؤ" مگر حضرت حسن نے آپ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔

اتفاقاً مغیرہ بن شعبہ حج سے فارغ ہو کر ایک چھوٹے گروہ کے ساتھ بڑی عجلت سے واپس آگئے تھے۔ اس وقت حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھے انھوں نے عرض کیا "آپ امام زمانہ ہیں۔ اور آپ پر یہ آفت نازل ہوئی ہے۔ اس بلا سے بچنے کی تین ہی صورتیں ہیں۔ یا نکل کے لڑیے۔ اور ہم سب پوری قوت کے ساتھ آپ کا ساتھ دیں۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ حق پر اور یہ لوگ باطل پر ہیں۔ یہ نہیں تو پھر آپ کے مکان کے پچھواڑے ہم دروازہ توڑے دیتے ہیں۔ اُدھر سے نکل کے مکہ معظمہ میں چلے چلیے۔ جہاں سب لوگ آپ کے موافق ہیں۔ اور یہ بھی نہیں تو آپ شام میں چلے جائیں۔ وہاں سب لوگ آپ کے ہمدرد ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہاں معاویہ موجود ہیں" یہ سُن کر حضرت عثمان نے فرمایا "مجھ سے یہ ہو گا کہ نکل کر مقابلہ کروں۔ اور امت محمدی میں خونریزی کرنے کا بانی ہوں۔ مکے میں بھی میں نہیں جا سکتا اس لیے کہ اپنے کانوں سے رسول خدا صلعم کو یہ فرماتے سُن چکا ہوں کہ قریش میں سے ایک شخص مکے پر ظلم کرے گا۔ اور جتنا عذاب سارے عالم پر ہو گا اُس کا آدھا اکیلے اُس پر ہو گا۔ اور میں وہ شخص نہیں بننا چاہتا۔ باقی رہا یہ کہ شام چلا جاؤں تو سُن لو کہ میں اپنے مقام ہجرت اور جوار تربت رسول صلعم کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا"

یہ مایوس کن جواب پانے کے بعد مغیرہ دشمنوں کے مقابلے کے ارادے سے رجز پڑھتے ہوئے باہر نکلے۔ اور اُن کے ساتھی حضرات حسن محمد بن طلحہ اور سعید بن عاص بھی رجز خوانی کرتے بڑھے۔ سب کے بعد عبداللہ بن زبیر نکلے جن سے حضرت عثمان کی زندگی کے آخر ترین واقعات مروی ہیں۔ ان بزرگوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور مروان اور اور لوگ بھی تھے۔

مروان جیسے ہی نکلا بیاع نام نبی قیس کے ایک شخص کا سامنا ہو گیا جس نے شانے پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ شانہ کٹ گیا اور مروان کی زندگی بھر اُس کا یہ ہاتھ جھولتا رہا۔ بیاع کے بعد عبید بن رفاع

زرقی نے ارادہ کیا کہ دوسرے وار سے مروان کا کام تمام کردے۔ اُس کو جھپٹتے دیکھ کر ابراہیم بن عدی کی ماں فاطمہ جس نے مروان کو دودھ پلایا تھا بیچ مین آگئی۔ اور بولی "اس کی جان لینا چاہتے ہو تو اب حربے کی ضرورت نہین۔ وہ تو مر چکا لیکن ہان لاش کے ٹکڑے بوٹیان کرنا چاہتے ہو تو تمھین اختیار ہے مگر یہ کوئی اچھی بات نہ ہوگی"۔ یہ سن کر عبید سامنے سے ہٹ گیا۔ اور فاطمہ نے جس طرح بنا مروان کو اُٹھا کر اپنے گھر کے اندر کر لیا۔ فرزندان مروان نے فاطمہ کے اس حق کو اپنے عہد خلافت مین ہمیشہ یاد رکھا۔ اور اُس کا بیٹا والی ملک مقرر کیا گیا۔

جس وقت حضرت حسن زخمی ہوئے ہین محمد بن ابی بکر نے دوشقی ترین بلوائیون کو پاس بلا کے کہا "کہین بنی ہاشم نے حسن کے چہرے کو خون آلود دیکھ لیا تو سب چڑھ آئین گے۔ اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اس لیے اب عثمان کو اس طرح قتل کرنا چاہیے کہ کسی کو کانون کان خبر نہ ہو"۔ چنانچہ یہ لوگ بغیر اس کے کہ اور بلوائیون کو بھی خبر کرین ایک انصاری بزرگ کے مکان مین گھسے جن کا گھر حضرت عثمان کے گھر سے ملا تھا۔ اُس مین سے ہو کر وہ حضرت عثمان کے قریب تک پہونچ گئے۔ اور جو حضرات دروازے پہ دشمنون کو روک رہے تھے اُنھین خبر بھی نہ ہونے پائی۔

حضرت عثمان جیسا کہ ہم بتا چکے ہین کوٹھے پہ تھے۔ اور بجز آپ کی بیوی حضرت نائلہ کے کوئی پاس نہ تھا۔ اُن بے رحم اشقیا نے جو قریب پہونچ گئے تھے اپنے مین سے ایک کو بھیجا کہ جا کے آپ کو شہید کرے۔ وہ سامنے گیا اور کہا "تم خلافت کو چھوڑ دو تو ہم بھی تم کو چھوڑ دین"۔ آپ نے طیش کے ساتھ اپنے بعض مفاخر بیان فرمائے۔ اور کہا "جو کرتا خدا نے پہنا دیا ہے اُس کو تو نہ اُتارون گا۔ تا آنکہ خدا نیکون کو فضیلت اور بدبختون کو ذلت نہ دے"۔ اس جواب کا اُس شخص پہ کچھ ایسا رعب پڑا کہ اُلٹے پاؤن واپس آیا۔ اب دوسرا شخص گیا۔ اُسکی صورت دیکھ کر حضرت عثمان نے فرمایا "تو میرا قاتل نہین ہو سکتا۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلعم نے تیرے حق مین شر سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی تھی"۔ اُسکو

بھی جرأت نہ ہوئی۔ لوٹ پیٹ آیا۔ پھر تیسرا پہونچا جو قریشی نژاد تھا اُسکو پہچان کر حضرت عثمان بولے "تجھے رسول خدا صلعم نے مغفرت کی دعا دی ہے۔ وہ خون نہ گرا جس کا گرانا حرام ہے" اور یہ بھی مرعوب ہوکر چلا آیا۔

اب محمد بن ابی بکر پہونچے اُنھوں نے پہونچتے ہی آپ کو پچھاڑا سینے پر چڑھ بیٹھے۔ آپ کی ڈاڑھی پکڑ کے نوچ لی۔ اور کہا "او عثل (ڈڑھیل) معاویہ بن عامر اور ابن ابی سرح کہاں ہیں؟" حضرت عثمان نے فرمایا "اگر تمھارے باپ تمھاری اس وضع کو دیکھتے تو پسند نہ کرتے" ان کلمات نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ پاؤں میں بھی لرزہ ڈال دیا۔ اور چلے آئے۔

اُن کے دست ستم سے چھوٹتے ہی حضرت عثمان نے وضو کیا۔ اور قرآن کو گود میں لے کر بیٹھ گئے۔ اب اور بہت سے بدمعاش یہاں تک پہونچ گئے تھے۔ چنانچہ کوفے کا ایک شقی ایک چھوٹا سا تیر لیے ہوئے پہونچا جس سے آپ کے شانے کو گلے کے پاس زخمی کیا۔ آپ کو خون میں نہلا دیا۔ اور خون کی دھار قرآن مجید پر پڑی۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اور آپ کو ایک ٹھوکر رسید کی تیسرے شخص نے آکے تلوار کے دار کا ہولا مارا جس سے آپ کو غش آگیا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت نائلہ نے اور اور بیویوں سے جو غل سُن کر آگئی تھیں آپ کے مُنہ پر پانی چھڑکا اور فریاد کرنے لگیں۔ پانی چھڑکنے سے آپ کو ہوش آگیا۔ اب محمد بن ابی بکر پھر آپہونچے اور آپ کو سخت سُست کہنے لگے۔ اس درمیان میں ایک مصری بدمعاش نے آپ کی ریش مبارک پر ہاتھ مارا اور جتنے بال مٹھی میں آئے نوچ لیے۔ پھر تلوار بلند کرکے بولا "ہٹے رہو" اور وار کر دیا۔ حضرت عثمان نے اُس کی تلوار اپنے ہاتھ پر لی جس سے دست مبارک کٹ گیا۔ اور آپ نے فرمایا "خدا کی قسم یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن لکھا" اب ایک اور گروہ چشم پستہ قد چیچک رو شخص ایک فولادی گرز ہاتھ میں لیے ہوئے آیا۔ اور سوال کیا "او ڈڑھیل تو کس مذہب پر ہے؟" آپ نے فرمایا "میں ڈڑھیل نہیں عثمان بن عفان ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیفی پر ہوں" اس نے کمال دریدہ دہنی سے کہا "تو جھوٹا ہے" اور آپ کی بائیں

کنپٹی پر گرا زار زار خون جوش مارنے لگا۔ اور آپ منہ کے بل گر گئے۔ یہ حالت زار دیکھ کر حضرت نائلہ کمال بیقراری سے بیچ میں آگئیں۔ اور بنت شیبہ نے اپنے آپ کو حضرت عثمان کے اوپر ڈال دیا۔ اب ایک اور مصری شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے آیا اور بولا "میں خدا کی قسم اس کی ناک کاٹ لوں گا" اس کو حضرت نائلہ نے روکا اور اس کوشش میں آپ کی چادر کھل گئی۔ مصری ظالم نے جو دیکھا کہ نائلہ بیچ میں ہیں تو اُن کے کان کے گوشوارے اور شانے کے درمیان تلوار ڈالی کہ جناب عثمان کی ناک پر حملہ کرے۔ مگر جناب نائلہ نے تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی جس سے آپ کی انگلیاں کٹ گئیں اس پر آپ کو ایسا طیش آیا کہ اپنے شوہر کے حبشی غلام رباح کو آواز دی کہ میری مدد کو آ۔ رباح فوراً تلوار لے کے جھپٹا اور ایک ہی وار میں اُس مصری شقی کا کام تمام کر دیا۔

اب ایک اور بدمعاش تلوار لیے ہوئے آیا۔ اور رباح سے کہا "ہٹو" پھر تلوار کی نوک حضرت عثمان کے پیٹ پر رکھ کے زور سے گاڑ دی۔ حضرت نائلہ نے اس کی تلوار بھی پکڑ لی جس سے آپ کی انگلیاں جو پہلے ہی کٹ چکی تھیں جدا ہو کر گر گئیں۔ اور تلوار حضرت عثمان کے پیٹ میں پیوست ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عورتیں چلا چلا کے آہ و بکا اور فریاد و زاری کرنے لگیں۔ اور بدمعاش جو اندر گھسے ہوئے تھے اپنا کام پورا کر کے بھاگ گئے۔

اس وقت حضرت نائلہ نے بیرونی دیوار کے پاس آکر غل مچایا کہ "امیر المومنین مار ڈالے گئے" یہ آواز نہ تھی ایک بجلی کی کڑک تھی جس نے باہر والے اُن جان نثاروں کو بدحواس کر دیا جو دروازہ روکے سینہ سپر کھڑے تھے۔ حضرات حسنین اور اُن کے رفقا فوراً اُدھر چڑھ آئے۔ اور حضرت عثمان کو مقتول دیکھا تو آپ کی لاش کے اوپر جھک کر دیر تک روتے رہے۔ اب یہ خبر ہر طرف مشہور ہو گئی۔ لوگ دوڑ دوڑ کر آنے لگے اور دم بھر میں سارے مدینے میں غل ہو گیا کہ "حضرت عثمان بے عثمان مار ڈالے گئے"

حضرات علی، طلحہ، زبیر اور سعد اور اکثر اکابر مدینہ حیران و پریشان دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ کی لاش دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ اور حضرت علی

کو تو دفور غم سے غش آگیا۔ جب افاقہ ہوا تو دونوں صاحبزادوں سے فرمایا "تم دروازے پر کھڑے رہو اور امیرالمومنین شہید ہو گئے" یہ کہہ کر دونوں فرزندوں کو مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی سخت سست کہا۔ اس پر طلحہ نے تعجب کے لہجے میں پوچھا "اے ابوالحسن یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے فرزندوں کو آپ نے کیوں مارا؟" فرمایا "طلحہ آپ دیکھتے نہیں کہ امیرالمومنین بغیر کسی وجہ شرعی اور حجت و برہان کے مار ڈالے گئے!" یہ کہہ کر حضرت علی اپنے گھر گئے۔ اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔

یہ جمعے کا مبارک دن تھا۔ اور ۳۵ھ میں ماہ مبارک ذی الحجہ کی ۱۸ تاریخ تھی جو مہینہ کہ خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے کے لیے مخصوص ہے آپ کو منبر رسالت پر قدم رکھے آٹھ یا بارہ دن کم بارہ برس ہوئے تھے۔ اور عمر شریف بیاسی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت نائلہ نے سب سے پہلی کارروائی یہ کی کہ جناب معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں کل واقعات۔ لوگوں کا مکان میں گھس آنا۔ حضرت عثمان کا قرآن لے کر بیٹھ جانا۔ محمد بن ابی بکر کی دست درازیاں۔ اور نیز اپنے تمام حالات لکھے۔ اور نعمان بن بشیر انصاری کو بلا کر اُن کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ اس خط کے ساتھ اُنھوں نے حضرت عثمان کا خون آلود کرتا۔ آپ کی داڑھی کے بال جو محمد بن ابی بکر نے نوچ کے ڈال دیے تھے۔ اور اپنی کٹی ہوئی انگلیاں بھی بھیج دیں۔ نعمان تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ یزید بن اُسید ملے جن کو معاویہ نے چار ہزار فوج کے ساتھ حضرت عثمان کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ نعمان سے اُن کو حضرت عثمان کے اس انجام کی خبر ملی وہ راہ ہی سے پلٹ پڑے اور نعمان کے ساتھ ہی شام میں پہونچ کر جناب معاویہ سے ملے۔

ان واقعات کے بعد مصر کے بدمعاش پھر حضرت عثمان کے گھر میں آئے۔ آپ کی لاش کو دیکھ کر متاثر اور اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ مگر جو لوگ گھر کے اندر موجود تھے اُنھوں نے اُن کو مار کے باہر کر دیا۔ چنانچہ دروازے کے پاس پھر لڑائی

ہوئی اور بعض راویوں کا خیال ہے کہ مروان اسی موقع پر زخمی ہو کر گرا تھا۔
شہادت کے بعد آپ کی لاش تین دن تک گھر میں پڑی رہی۔ بلوائیوں کے ہنگامے اور غلامان مدینہ کی شورش سے کسی کو دفن کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی آخر حکیم بن حزام قریشی جو حضرت عثمان کے پڑوسی تھے۔ اور جبیر بن مطعم حضرت علی کے پاس آئے اور دفن کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی۔ اور مغرب و عشا کے درمیان حضرات زبیر۔ حسن بن علی۔ ابو جہم بن حذیفہ اور خلیفہ مظلوم شہید کے اعزہ۔ مروان وغیرہ جنازہ لے کر چلے۔ دوسرے راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی۔ طلحہ۔ زید بن ثابت۔ اور کعب بن مالک بھی جنازے کے ہمراہ تھے۔
یکایک خبر ملی کہ راستے میں لوگ تاک لگائے بیٹھے ہیں کہ جنازہ قریب آئے تو اس پر سنگ باری کریں۔ حضرت علی نے فوراً آدمی بھیجکر انھیں اس حرکت سے روکا۔ اور سب صاحب جنازہ لے کر "حش کوکب" نام ایک احاطے میں پہونچے جو جنت البقیع سے ملحق تھا۔ مختلف راویوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات جنازے کو لے کر گئے وہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کرنا چاہتے تھے۔ مگر بعض نوجوانان انصار اس کے مزاحم ہوئے۔ جو اس کے بھی خلاف تھے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔ چنانچہ اس معاملے میں سخت کلامی کی نوبت آئی۔ اور انجام یہ ہوا کہ حضرت حسن یا حضرت حذیفہ یا مروان نے ایک گڑھا کھود کر حش کوکب میں دفن کر دیا۔ ایک زمانے کے بعد جب حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بیچ کی دیوار گرا کے احاطہ حش کوکب کو بھی جنت البقیع میں داخل کرا دیا۔
حضرت کعب بن مالک نے حضرت عثمان کا بالکل سچا اور نہایت ہی عبرت خیز مرثیہ کہا ہے۔ جس میں آپ کی شان ابراریت۔ راضی برضا ہونے۔ خونریزی سے بچنے۔ اور آپ کی شہادت کے انجام کو نہایت فصاحت اور خوبی سے پُر درد الفاظ میں ادا کیا ہے۔
اب ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے واقعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے۔ یہ نہایت نازک معاملہ ہے۔ اور اسلام کے اس دور سے تعلق رکھتا ہے جس کے ہر شخص کو ہم واجب الاحترام مانتے ہیں۔ اس لئے

انکار نہیں ہو سکتا کہ شرفاے مدینہ میں سے بہت نوجوان اور اُن کے کثیر التعداد غلام ابن سبا کے خطوط سے فریب کھا کر فتنے میں مبتلا ہو گئے۔ اور اُن لوگوں نے بہت سے شورش پسند بدمعاشوں کو باہر سے بلا کر مرکز اسلام میں جمع کر لیا۔ مگر اس بات کو صحیح طور پر بیان کرنا کہ صحابہ میں سے کون کون اس ہنگامے میں شریک تھے غیر ممکن ہے۔ حضرت عثمان کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت عثمان کو خیال تھا کہ امیدواران خلافت کے شوق جانشینی میں ایک طرح کی بے صبری پیدا ہو گئی ہے۔

خلافت کے امیدوار کون کون حضرات تھے؟ وہ سعد۔ طلحہ۔ زبیر اور علی ہیں جو عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں جن کو رسول اللہ صلعم نے قطعی جنتی فرمایا ہے۔ سعد بن ابی وقاص گو کہ متمدار خلافت تھے مگر اپنے اس حق سے دست بردار ہو گئے تھے۔ اور یہی سبب ہے کہ اگرچہ وہ مدینہ طیبہ میں موجود تھے مگر کسی معاملے میں اُن کا نام بہت کم آیا ہے۔ باقی تین حضرات کے طرفدار متمائز طور پر موجود تھے۔ کوفے والے حضرت زبیر کو۔ بصرے والے حضرت طلحہ کو۔ اور مصر والے حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے جو نسبتاً یا بس روایتیں مورخین سے منقول ہیں اُن کے بنا پر ان حضرات کا طرز عمل نہایت مشتبہ نظر آتا ہے۔ حضرت طلحہ کی نسبت تو بعض [illegible] یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ کھلے کھلے باغیوں اور سرکشوں میں شریک تھے۔ اور اُن کو ابھارتے تھے جس کا علم خود حضرت عثمان کو ہو گیا تھا۔ حضرت زبیر بن [illegible] خاموشی نظر آتی ہے۔ لیکن ان روایات تاریخ کا اعتبار کیا جائے کہ وہ اور حضرت علی دونوں جماعتوں میں سے کوئی بھی اپنے طرفداروں کو [illegible] نہیں ہٹاتے ہیں۔ حضرت عثمان کی حمایت میں سچی سرگرمی دکھاتے ہیں جو اُن کے امکان میں تھی۔ اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی حیرت کے قابل ہے کہ تینوں صاحبوں کے فرزند حضرت عثمان کے دروازے پر کھڑے باغیوں کی شورش کو روک رہے ہیں۔

حضرت علی کی نسبت سب روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ باغیوں پر سب سے زیادہ آپ ہی کا اثر ہے۔ آپ کے کہنے سے وہ رکتے ہیں۔ آپ کے اشارے

پردہ چلتے ہین - اور آپ کے رُکتے ہی وہ حملہ آور ہوتے ہین - پھر آپ کے دو تون فرزند باب خلافت پر شمشیر بکف کھڑے ہوے دشمنون کو روک رہے ہین - بار بار آپ کی طرف رجوع کی جاتی ہے - بلوائیون کے ہٹانے کو کہا جاتا ہے مگر آپ ہر بار اُن کی شرطون کو پیش کرتے اور خلافت کو قبول کرنے پر مجبور کرتے ہین -

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعات حضرت عثمان کی جانب منسوب کیے جاتے ہین کہ بلوائیون کی شرطون کو بار بار قبول کرتے ہین حلف اُٹھاتے ہین - پھر مروان کے کہنے سے اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے - اور اپنی قسم کو بھول جاتے ہین گویا کسی بات پر قائم ہی نہین رہتے -

الزامون کا سارا بار مروان کے سر رکھا گیا ہے کہ وہ حضرت عثمان کا نفس ناطقہ تھا - اور آپ پر یہان تک حاوی تھا کہ اُس کے کہنے سے آپ جھوٹ بولتے - بدعہدی و پیمان شکنی کرتے - اور قسم کھاکر مکر جانے مین بھی تامل نہین کرتے - جو غیر ممکن امور آپ کی شان توارفع و اعلیٰ ہے ایک معمولی صحابی سے بھی غیر ممکن تھے خود مروان کی جتنی باتین اِن واقعات کے سلسلے مین بتائی گئی ہین خلافت اور بلوائیون کے خلاف ہی نہین احمقانہ ہین - اس نازک موقع پر جیسے بے عقلی کے جملے وہ کہتا ہے شاید کسی احمق کی زبان سے بھی نہ نکلین گے حالانکہ وہ بالذات بڑا عقلمند زمانہ شناس اور مدبر شخص تھا جس نے بنی اُمیہ کی سلطنت کی بنیاد ڈالی - اور اپنے عہد خلافت مین بڑا ذی ہوش شخص ثابت ہوا -

ان تمام مذکورہ واقعات کی تصریح اور تائید صحیح حدیثون سے کہین نہین ثابت ہوتی - لہذا مورخین سے جتنی روایتین منقول ہین سب پایۂ اعتبار سے ساقط - اور اُس عہد کی سیاسی کشمکش کا آئینہ ہین -

اصل حقیقت فقط اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ ابن سبا کی سازش اور اُسکی جعلی مراسلتون نے امیرالمومنین عثمان اور آپ کے والیون کیطرف سے لوگون کو ہر جگہ بدظن کردیا - حضرت عثمان نے ہر طرح کی امکانی تفتیش کی - موسم حج مین عام شکایت کرنیوالون کو شکایت کا

موقع دیا۔ پھر والی بھی بدلے۔ قرآن مجید کے حکم اور حضرت رسول خدا صلعم کی اس سنت کی پابندی مین کہ حضرت عباس اور اپنے اعزا سے زیادہ سلوک ہوتے تھے اپنے جن عزیزون اور قرابت دارون کو کچھ دیا تھا عوام کی شکایت پر اُن سے واپس بھی لے لیا۔ مگر فتنہ انگیزون کو کسی طرح اطمینان نہ ہوا۔ وہ بجز اس کے کہ آپ خلافت چھوڑ دین اور کچھ نہین چاہتے تھے۔ آخر خود مدینے کے غلام اور عوام ابن سبا کی سازشون کے شکار ہوے۔ اور انھون نے اپنی مدد پر اطراف کے بدویون اور باہر کے بدمعاشون کو مصر۔ بصرے اور کوفے سے بلا لیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس بات پہ آمادہ ہو کر آئے کہ مسند خلافت کو حضرت عثمان سے خالی کرائین۔ اور صحابہ مین سے کسی ایسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرلین جن کے ساتھ انھین خاص عقیدت ہو۔ خود اُن بزرگون کی یہ حالت تھی کہ اس فتنے کو حیرت اور خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بلوائیون کو چاہے ان کے کتنے ہی بڑے طرفدار ہون اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ اور ان سے پناہ مانگتے تھے۔

یہ بزرگ اور دیگر اکابر صحابہ یقیناً متفنیّون کو مدینے سے مار کے نکال دیتے۔ مگر خرابی یہ تھی کہ ایک طرف تو خود حضرت عثمان امت محمدی مین خونریزی ہونے کے سخت مخالف تھے۔ اور جو لوگ مدد کو آتے اُن کو بار بار قسمین دلا کے روکتے اور فرماتے تھے کہ اپنے گھر جاؤ۔ دوسری طرف مدینے کے اکثر نوجوانون اور شرفاے مہاجرین و انصار کے تمام غلام بلوائیون کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ جن کی کثرت دیکھ کر علی ہون یا طلحہ اور زبیر کسی کو بجز اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنے کے کوئی مفر نہ نظر آتا تھا۔ اور اُن کی خموشی سے باغیون اور بدمعاشون کا حوصلہ یہانتک بڑھا کہ حضرت عثمان کو مسجد مین آنے سے روکا۔ آپ کا دانہ پانی بند کیا۔ اور بار بار تاکید کرتے تھے کہ خلافت چھوڑ دیجیے۔ حضرت عثمان فرماتے کہ رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا۔ "تمھین ایک قمیص پہنایا جائے گا۔ اگر کوئی اُسے اُتروانا چاہے تو میرے پاس

عالم بقا مین چلے آنا۔ مگر اُسکو اپنے جسم سے نہ اُتارنا" چونکہ یہ حضرتِ مخبر صادق کا صریحی حکم تھا۔ لہذا اس سے انحراف کرنے کو آپ کفر خیال فرماتے۔

بلوائیون کا خیال تھا کہ آپ مجبور ہوکر خلافت سے دست بردار ہوجائین گے۔ مگر اُن کی یہ مراد کسی طرح پوری نہ ہوئی۔ اور خبرین آئین کہ حجاج کے قافلے مکہ معظمہ سے اور بہت سی فوجین شام وعراق سے آپ کی مدد کے لیے آرہی ہین۔ یہ سنتے ہی آمادہ ہوگئے کہ کسی کمک کے پہونچنے سے پہلے ہی آپ کا کام تمام کردین۔ چنانچہ جو نوعمز بزرگان صحابہ دروازہ پر تھے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور بدمعاش ایک پڑوس کے مکان مین ہوکر آپ تک جا پہونچے۔ اور کمال شقاوت وسنگدلی سے قتل کرڈالا۔ اور سچی ہوئی وہ پیشین گوئی جس کو خود حضرت عثمان اور دیگر صحابہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ "یہ ظالمانہ تلوار اگر چل گئی تو پھر قیامت تک نہ رُکے گی" چنانچہ جو امن وامان اس سے پیشتر عہد خلافت راشدہ مین قائم رہا تھا اُسکی برکت ہمیشہ کے لیے اُٹھ گئی۔ یہ اسی ایک مظلومانہ خون کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی کے ایسے نیک نفس بزرگ کو ایک گھڑی کے لیے بھی اطمینان سے خلافت کرنا نہ نصیب ہوا۔ حضرت حسن کو زہر دیا گیا۔ حضرت حسین کمال مظلومی سے میدان کربلا مین شہید ہوے۔ اور خاندان بنی ہاشم کے صدہا نکو کار ونامور فرزند بڑی سنگدلی سے مارے گئے۔ غرض جو تلوار دشمنان اسلام کے نیست ونابود کرنے کے لیے میان سے نکلی تھی خود کلمہ گو فرزندان اسلام پر جھک پڑی۔ اور آج تک دول اسلامیہ مین جو باہمی خونریزیان ہوتی رہین۔ سب اُسی ایک خون ناحق کا پاداش تھین۔ اور تاریخ اسلام کے صفحون پر جتنے خون کے دھبے ہین صرف اُسی ایک مظلومانہ شہادت کے نتائج ہین یہی پیشین گوئی نظر کے سامنے تھی کہ حضرت عمر یہ خبر سُن کر خوش ہوگئے کہ اُن کا قاتل مسلمان نہین کافر ہے

حضرت عثمان سے جو استقلال ثابت ہوا اور جس دینداراانہ پامردی سے آپ نے جان دی اُس سے دنیا کی ساری تاریخ خالی ہے۔ ہر طرح کے خطرے تھے۔ اور جان کا قطعی اندیشہ تھا۔ مگر آپ نے نہ اس بات کو گوارا کیا کہ اپنی

حفاظت کے لیے کوئی فوج رکھین۔ اور اُسکی تنخواہ بیت المال سے ادا کرین نہ اسکو یا تاکہ کسی اور شہر مین چلے جائین۔ اور حدار رسالت کو چھوڑین۔ نہ اس بات کو پسند کیا کہ مدینے کے دیندار بہادر ذی اثر لوگون کو لے کر نکلین۔ اور فرزندان اسلام مین باہم خونریزی کرائین۔ آخر تک یہ شعار تھا کہ مرجاؤن گا۔ مگر خلافت کو نہ چھوڑون گا۔ اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلعم کے حکم کے خلاف ہے۔ اور نہ بلوائیون سے مقابلہ کرکے مدینے کے امن مین خلل ڈالون گا"

بعض فرزندان صحابہ اپنا فرض سمجھ کر آپ کی طرف سے لڑ رہے تھے مگر آپ بار بار اُن کو اس سے روکتے اور منع فرماتے تھے۔ جو فوجی قوت موجود تھی اُس سے کام لینے کو بھی حرم نبوت کی بے حرمتی سمجھے۔ دانے پانی اور ہر چیز کی تکلیف تھی۔ مگر پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ اور اُسی وضع سے اور اُسی دھن مین جس پر اول سے قائم تھے نہایت مظلومی کے ساتھ جان دے دی۔ بیشک جس نفس نے یہ ظلم ہونے سے مسلمانون کی ایسی عظیم الشان قوم و ملت کا دفتر اُلٹنے والا تھا اس کو اسی شان سے حق پر قربان ہو جانا چاہیے تھا۔

اس موقع پر ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہین کہ جو لوگ آپ کی مخالفت اور عداوت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شاذ و نادر ہی اُن مین سے کوئی ہوگا جو محض خلوص نیت سے خلافت کی اصلاح کے لیے اُٹھا ہو اور قریب قریب سب ذاتی اسباب سے بے وجہ آپ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اُن مین زیادہ نمایان محمد بن حذیفہ محمد بن ابی بکر۔ کعب بن ذی الحنکہ۔ عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد کے نام ہین۔ ان مین سے ہر ایک کی حالت دیکھنے اور افسوس کرنے کے قابل ہے۔

سب سے زیادہ عبرتناک واقعہ محمد بن حذیفہ کا ہے۔ اُن کے والد حذیفہ عبد شمس کے پوتے تھے اور وہ بنی امیہ کے گروہ مین تھے۔ حذیفہ جنگ یمامہ مین شہید ہوئے تو محمد کو ایک نابالغ یتیم

چھوڑ گئے۔ حضرت عثمان نے اُن کو اپنے آغوش مین لے لیا۔ شفقت پدری سے رکھا اور ناز و نعم سے پالا۔ ہاتھ پاؤن سنبھالے تو درخواست کی کہ مجھے کہین کا والی مقرر کیجیے۔ حضرت عثمان نے فرمایا "اگر تم اس کے اہل ہوتے تو مین تمھین والی مقرر کر دیتا"۔ محمد نے کہا "تو اچھا مجھے باہر جانے کی اجازت دیجیے کہ اپنی کمائی سے کھاؤن"۔ حضرت عثمان نے اجازت دی۔ خود ہی اُن کے لیے زاد راہ فراہم کیا۔ سواری اور سامان سفر کا بندوبست فرمایا۔ اور اس طرح رخصت کیا جیسے کوئی باپ بیٹے کو رخصت کرتا ہے۔ اس طرح وہ مدینہ چھوڑ کر مصر مین پہونچے۔ اور اس سرزمین پر پہونچتے ہی محض اس بغض مین کہ اُنھین کہین کا والی نہین مقرر کیا حضرت عثمان کے دشمنون مین شامل ہو گئے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے لگے۔

محمد بن ابی بکر کی نسبت حضرت عمر فاروق کے پوتے سالم بن عبداللہ جو اپنے وقت کے امام حدیث تھے اور مستند فقہا روزگار مین شمار کیے جاتے تھے اُن سے کسی نے پوچھا "محمد بن ابی بکر حضرت عثمان کے کیون خلاف ہو گئے؟" فرمایا "محض غصے اور لالچ کے باعث۔ اسلام مین اُن کو ایک وقعت حاصل تھی۔ بعض گروہون نے بہکایا اور اُن کے دل مین لالچ پیدا ہوا۔ اُن مین ایک طرح کی سرہنگی و سرکشی تھی جس نے اُنھین مستحق سزا ٹھہرایا۔ اور حضرت عثمان نے ان کی پیٹھ پر درّے لگائے۔ ان باتون کا انجام یہ ہوا کہ وہ محمد سے "مذمم" یعنی اچھے سے برے ہو گئے"۔

کعب بن ذی الحنکہ عہدی جو عراق کے بلوائیون کے ساتھ آیا تھا۔ اُس کی یہ حالت تھی کہ گیند کھیلنے کا بڑا رسیا تھا۔ حضرت عثمان نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا "اسے مارو اور اذیت پہونچاؤ کہ اس لغویت سے باز آئے"۔ ولید نے اُس کو سزا دی اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تضییع اوقات کریگا مستوجب سزا ہو گا۔ اور حضرت عثمان کا وہ خط عام لوگون کے سامنے پڑھ کر سنا دیا۔ کعب اس سزا یابی پر برہم تھا۔ چنانچہ اسی جوش مین بھرا ہوا آپ سے انتقام لینے کو مدینے مین آیا۔

عمیر بن ضابی جو آپ کے قتل کرنے کے لیے نرغہ کر کے مدینے پر چڑھ آیا

تھا۔ اس کی حالت یہ ہے کہ اُس کے باپ ضابی بن حرث برجمی نے اندلون جبکہ ولید بن عقبہ والی کوفہ تھے چند انصار سے عاریۃً ایک شکاری کتیا لی تھی جو ہرن کا شکار اچھا کرتی تھی۔ مگر اُس کے واپس کرنے مین لیت و لعل کرنے لگا۔ انصار نے اپنی کتیا زبردستی چھین لی۔ یون زور نہ چلا تو اُس نے انصار کی ہجو مین تین شعر کہے جن مین سے پچھلے شعر کا یہ مطلب تھا "کہ اپنی کتیا کو نہ چھوڑا وہ تو تمھاری مان ہے۔ اور مان کو طاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔ انصار نے اس ہجو کی شکایت حضرت عثمان کی خدمت مین کی۔ آپ نے اُس کو سزا دی اور قید کر دیا۔ اس قید مین اتفاقاً وہ مرگیا۔ اور اُس کا بیٹا عمیر باپ کا بدلہ لینے کے لیے مدینے مین آیا۔

کمیل بن زیاد کا واقعہ یہ ہے کہ اُس نے ایک بار حضرت عثمان کے سامنے کچھ گستاخی اور دریدہ دہنی کی تھی۔ آپ نے اُس کے مُنہ پر ایک تھپڑ مار دیا جس کے صدمے سے وہ لڑھک کر جو ترڈون کے بھل زمین پہ جا گرا۔ اور بولا "امیرالمومنین آپ نے مجھے اذیت پہونچائی"۔ آپ نے فرمایا "تو کیا تم نے گستاخی نہین کی؟" اس نے کہا "نہین خدا کی قسم مین نے گستاخی نہین کی"۔ آپ نے نہایت ہی سادگی و نیک نفسی سے فرمایا "ایسا ہے تو بھی مجھے معاف کرو"۔ اُس نے زبان سے معاف کر دیا۔ مگر دل سے بغض نہ نکلا۔ اور موقع پاتے ہی دشمنی پہ آمادہ ہو گیا۔

آپ کی شہادت کے بعد بنی امیہ نے علی العموم اور اُن تمام لوگون نے جو حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینا چاہتے تھے اس ہنگامے کا سارا بار حضرت علی کے سر ڈال دیا۔ مگر حضرت علی کو ہمیشہ اس سے انکار تھا۔ اور اپنی برأت کرتے رہے۔ چنانچہ حسّان بن زید کہتے ہین "مین نے حضرت علی کو خطبے مین باواز بلند فرماتے سُنا۔ تم لوگ میرے اور عثمان کے بارے مین دریدہ دہنی کرتے ہو۔ مگر میری اور اُن کی مثال وہی ہے جو خدائے تعالیٰ نے قرآن مین فرمادی ہے کہ "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ"۔ (ان کے دلون مین جو کھوٹ تھی اُسکو ہم نے نکال ڈالا وہ بھائی بھائی ہین اور ایک دوسرے کے مقابل تختون پہ بیٹھے ہین۔)

الغرض جن لوگون نے حضرت عثمان کو شہید کیا سب بندۂ غرض اور ہوس کے دام مین اسیر تھے۔ اُس عہد کے جتنے اچھے لوگ تھے سب آپ کے فضل و کمال کے معترف اور آپ کی خوبیون کے مقر تھے۔ اور اپنے آپ کو اس سے بچاتے تھے کہ دشمنان عثمان مین اُن کا نام شامل کیا جائے۔ اُس وقت کے تمام شیعیان علی اگرچہ حضرت معاویہ کو بُرا کہتے اور اُن سے لڑتے تھے۔ مگر حضرت عثمان کے بارے مین کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالتے۔ اور کوئی سبائی ایسی جرأت کرجاتا تو حضرت علی اُس کو سختی سے روکتے۔ اور اُس کے فعل سے اپنی برأت کا اظہار فرماتے۔

مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کے تازہ تصانیف

ثانی اثنین۔ یار غار رسول انور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر ایک محققانہ لکچر جس مین جناب خلیفۂ اول کے صحیح اور مستند حالات نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے سادی اور واضح عبارت مین جمع کردیے گئے ہین۔ یہ لکچر مسلمانون کے ایک مجمع عام مین پیش کیا گیا تھا۔ تمام حاضرین نے محظوظ ہوکر طبع و اشاعت پر اصرار کیا۔ چنانچہ اُن کی خواہش کے مطابق چھاپ دیا گیا۔ ضخامت اٹھاون صفحہ قیمت فی جلد ۵

ذی النورین۔ حضرت خلیفۂ ثالث اور داماد رسول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے معتبر اور صحیح واقعات پر ایک دلچسپ لکچر۔ جناب عثمان کی شہادت کے اسباب و حالات نے اکثر مسلمانون کے دلون مین طرح طرح کے شبہات ڈال رکھے ہین جس کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ شہادت عثمانی کے صحیح واقعات سے کم لوگ آگاہ ہین۔ مولنانے یہ لکچر خاص جستجو و کوشش سے مرتب کیا ہے۔ اور جتنے لوگون نے سنا بہت ہی پسند کیا۔ ضخامت ۹۵ صفحے۔ قیمت فی جلد ۱۰

ابو الحسنین۔ حضرت علی مرتضی خلیفہ رابع کرم اللہ وجہہ کے حالات زندگی پر نہایت ہی فصیح و بلیغ لکچر جو نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے۔ معرکہ ہائے جمل و صفین کے صحیح واقعات نظر کے سامنے ہوجاتے ہین۔ اور ناقہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا کے آگے کے جگر خراش منظر کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔ عام مسلمان ان واقعات سے لاعلم ہونے کے باعث مختلف غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ ان حالات سے واقف ہونے کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔ ضخامت ۴۰۰ صفحہ قیمت فی جلد ۸ ر

یہ تینوں لکچر تیار ہیں۔ اور قدر دان نہایت ہی شوق اور جوش سے خرید رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ اخیر میں آپ کو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے۔ لہذا فوراً منگوائیے۔

قدر دانان دلگداز سے التماس

اس میں شک نہیں کہ ہم آپ کے خادم ہیں اور بار بار ندامت اٹھانے پر بھی اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ اگرچہ بدنظمی اور رسالوں کا وقت پر نہ نکالنا ہماری وضع ہو گئی ہے۔ مگر آپ کی توجہ عنایت اور قدر دانی کی بدولت ہماری یہ بدوضعی بھی آج تک نبھتی چل گئی۔ ان باتوں سے شاید آپ کو اس کا ضرور یقین ہو گیا ہو گا کہ دلگداز ایسا سخت جان ہے کہ زمانے کے ہاتھ کی چاہے جیسی سخت مار کھائے بند نہیں ہوتا۔ اور ہم بھی دعوے کے ساتھ یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ ہرگز نہ بند ہو گا۔ اب مولانا شرر پھر مستعدی سے متوجہ ہوئے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ گذشتہ نمبروں کو جلد جلد نکال کے آئندہ دلگداز کو برابر وقت پر نکالیں گے۔ اور اس سال کا دل بھی آپ کو تازگی اور بہت دلچسپ ملے گا۔ لیکن اپنے قدر دان احباب سے ہمیں امید ہے کہ خریداروں کی تعداد بڑھانے میں پوری مدد دیں گے۔ اشاعت کی تعداد ہزاروں سے گھٹ کے سیکڑوں پر آ گئی ہے۔ کم از کم ہر ایک خریدار صاحب دو ایک خریدار پیدا کر دیں تو بڑی مرحمت ہو۔ چندہ اس قدر کم ہے کہ ان کو اس میں زیادہ دشواری نہ ہو گی۔

خاکسار

منیجر دلگداز

اس سے آپ کو انکار نہ ہو گا کہ دلگداز آپ کو عزیز ہے۔ پھر اپنے عزیز پرچے کی طرف سے یہ بے توجہی کیوں؟ ہماری ساری امیدوں کا دار و مدار آپ ہی پر ہے۔

خاکسار۔ منیجر دلگداز

دلگداز کی مکمل جلدیں

جلد سنہ ۱۹۰۰ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۰۶ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۸ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۰ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۱۹ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۲ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۰ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۱ء	عہ/
جلد سنہ ۱۹۱۵ء	عہ/	جلد سنہ ۱۹۲۳ء	عہ/

دلگداز کی نامکمل جلدیں

دلگداز سنہ ۱۹۰۱ء	۱۰/	دلگداز سنہ ۱۹۱۱ء	۱۵/ سنہ عہ
دلگداز سنہ ۱۹۱۳ء	عہ/	منتخب مضامین سنہ ۱۹۱۲ء	۱۰/

دلگداز!

مولنا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریدار دن کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال بعد کے چندے اور محصول ڈاک پر وی پی روانہ کردیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ/ دلگداز کا وی پی عہ/ کا اعلیٰ ناول کا وی پی اسکا محصول بڑھا کے عہ/ کا بھیجا جاتا ہے نمونے کی قیمت ۳/ بیجر دلگداز لکھنؤ

مشہور مصنفین کی کتابیں

علامہ شبلی نعمانی

الفاروق	عہ/
سیرۃ النعمان	عہ/
سوانحعمری مولنا روم	عہ/
بیان خسرو	۸/
موازنہ انیس و دبیر	عہ/
مثنوی صبح امید	۸/
اورنگ زیب	۸/
حیات حافظ	۶/
حیات سعدی	۶/
مجموعۂ نظم	۸/

حکیم محمد علی خان

رام پیاری	عہ/
عبرت کامل	عہ/
حسن و سرور	عہ/
گورا	۸/
نیل کا سانپ	عہ/
جعفر و عباسہ	عہ/
اہرام مصری	۱۲/
تقدیر	۱۲/
دبول دیوی	عہ/

خواجہ عشرت لکھنوی

شاعری کی پہلی کتاب	۸/
ایضاً دوسری کتاب	۸/
ایضاً تیسری کتاب	۸/
زبان دانی	۶/
اصول اردو	۶/
قواعد میر	۶/
جان اردو	۶/
اصلاح زبان اردو	۶/

مولوی ظفر عمر صاحب

نیلی چھتری	عہ/
بہرام کی گرفتاری	عہ/
چوروں کا کلب	۱۲/
مستقبل اسلام	عہ/

مخدرات تیموریہ	عہ/
ازدواج النبی	۸/
سیرۃ العباس	عہ/
نشتر	۸/
مشوقۂ عرب	۱۰/

مولنا شرر کے چار ناول

آغا صادق کی شادی	ایک روپیہ بیس حصہ ۱۰/
حسن کا ڈاکو اول	حرام پور کے نواب کا
اعمال نامہ	ہر دو حصہ - عہ/
دلچسپ	۱۰/
اسرار دربار حرام پور	حرام پور کے نواب
کے رہسنے حالات	ہر دو جلد ۱۰/
عیب داں دولھن	حیرت انگیز مہمانی عہ/
الفانسو	ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول ۱۲/
ناپاک خرمنی	سلطنت عباسیہ کے زمانے کا
ایسی تاریخی ناول	ہر دو جلد ۸/

ڈرامے اور نظمیں

اسیری بابل	گولڈا سمتھ کے ایک ڈراما کا نظم
اردو ترجمہ	۴/
زنانہ اور اسلام	ایک پرسوز دلگداز
نیچرل نظم	۳/
شہید وفا	غرناطہ اور اسپین میں زوال
دولت عرب کی تصویر	۱۰/
شب غم فراق کی بیتا بیان اور	
شب وصل فراق کے بعد وصل کا بیان!	

المشتہر آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کوٹھہ برزن بیگ خان لکھنؤ

تصانیف مولنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر

تاریخ سوانحعمری۔ اور لکچر وغیرہ

(۱) جنید بغدادی حضرت جنید کے حالات ... عہ/
(۲) ابو بکر شبلی۔ حضرت شبلی کے حالات ... عہ/
(۳) تاریخ سندھ۔ عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ ..... عہ/ ۸/
(۴) تاریخ خلافت۔ خلافت کے مختصر حالات ۴/
(۵) حسن بن صباح۔ بانی فرقۂ باطنیہ کے ۶/
(۶) خواجہ معین الدین۔ خواجۂ اجمیر کے حالات ۶/
(۷) ملکہ زنوبیہ۔ سلف کی ایک عربی نژاد ملکہ ... ۳/
(۸) سکینہ بنت حسین۔ جناب سکینہ بنت امام حسین ۶/
(۹) شیریں ملکۂ عجم۔ فرہاد خسرو کی ماہ معشوقہ ۳/
(۱۰) صد پارۂ دل۔ مورخان اسلام کے حالات عہ/ ۸/
(۱۱) افسانہ قیس مجنون عامری کے حالات ... ۳/
(۱۲) قرۃ العین ایران کی مشہور مجتہدہ بابی کے ۲/
(۱۳) مخدرات۔ مورخات نوان ارض کی تاریخی حالات عہ/ ۸/
(۱۴) ولادت سرور عالم مولد شریف مصنفہ علامہ ابو الفرج ابن جوزی کا ترجمہ نثر کا مکرر ان اور نظم کا تنظیم مین مجلد ۸/
(۱۵) سراپا امام شافعی۔ امام ممدوح کے سفر و حالات ۴/
(۱۶) مصنفین اسلام پر کون کا جزیہ لگانا کس نے فسخ کرنا ۱۲
(۱۷) سرسید کی دینی برکتین ۲
(۱۸) قانون وراثت اسلام مولنا کا ایک لکچر ۴/
(۱۹) ہندون کا تعلق اردو سے ۴/
(۲۰) ہندوستان کی موسیقی ۴/

تاریخی ناول

(۲۱) بیس انجیلنا۔ رس دوم کی لڑائی ۱۰/
(۲۲) سوفین ملکۂ دوسری صلیبی لڑائی عہ/ ۸/
(۲۳) طاہرہ۔ نہایت دلچسپ ناول عہ/ ۴/
(۲۴) سینا بازار۔ مولنا کے پچھلا اور تازہ ناول عہ/ ۴/
(۲۵) عزیزۂ مصر عہد بنی طولون کا تاریخی ۔ عہ/ ۴/
(۲۶) مجوسی اندلس۔ اسپین پر عربون کا حملہ عہ/ ۴/
(۲۷) روضۃ الکبری۔ روم پر ضاطہ لوگون کا حملہ عہ/ ۴/
(۲۸) فتح روم۔ ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول عہ/ ۴/
(۲۹) فلپا۔ ناول ارض طرابلس الغرب پر صحابہ حملہ عہ/ ۴/
(۳۰) فلورا فلورنڈا۔ اسپانیہ کے عہد خلافت آل مروان مین عیسائیون کی حالت اور ان کا مجنونانہ جوش ۱۲/
(۳۱) فردوس برین جیتے جی جنت کی سیر ..... عہ/
(۳۲) قیس و لبنیٰ مشہور عاشق عرب اور اسکی معشوقہ لبنیٰ عہ/ ۴/
(۳۳) لعبت چین عہد صحابہ کا تاریخی ناول عہ/ ۴/
(۳۴) ملک العزیز ورجینا۔ جرمن شیرول اور صلاح الدین اعظم ۱۲/
(۳۵) مقدس نازنین۔ ایک عیسائی کا یہودن جانا عہ/ ۴/
(۳۶) ماہ ملک۔ غوریون کا عروج اور فتوحات غزنی ۴/
(۳۷) منصورہ مومنا۔ ارض سندھ مین اسلامی خاندان ۴/
(۳۸) یوسف و زلیخا کامل جگ بیتی نہین آپ بیتی عہ/ ۴/
(۳۹) ایام عرب۔ جاہلیت عرب کی مکمل بعونہ ہزار حصہ ۴/
(۴۰) جوئیائے حق۔ حضرت رسول سلیم کی سوانح عمری بطور ناول حصۂ اول عہ/ دوم عہ/ کامل ۴/ مجلد
(۴۱) زوال بغداد۔ شیعہ سنیون کی ۱۲/ اتفاقی کا عبرتناک نتیجہ بغداد کی تباہی عہ/ ۴/

دیگر مطبوعات دلگداز پریس

(۴۲) مرزا غالب کی شاعری۔ مرزا محمد عسکری صاحب بی اے کا ایک محققانہ لکچر ۶/
(۴۳) اکاڈیمی کی تاریخ پر مرزا صاحب موصوف کا لکچر ۴/
(۴۴) رفع النقاب مروجہ پردہ کی تردید ۴/
(۴۵) راماین کے بعض سین۔ ۸/
(۴۶) مسلمان تاجدارانِ ہند۔ دہلی کے بادشاہون کے دلچسپ حالات تین حصہ عہ/
(۴۷) جمیلہ۔ مصنفہ برکات احمد صاحب ۱۲/
(۴۸) بیوفا۔ ایضاً ۱۲/
(۴۹) تخت و تاج۔ جنگ کریمیا کے واقعات پر ایک دلچسپ ناول ۱۲/
(۵۰) یادداشت عمل جراحی۔ مشہور اول کنٹھ کا ترجمہ حصۂ اول عہ/ دوم عہ/ سوم عہ/ چہارم عہ/ مجموعہ ۴/
(۵۱) اتالیق بی بی۔ بیان کی حرکتون پر بی بی کی مزیدار نکتہ چینی ۱۲/

جملہ حقوق بحق منیجر دلگداز لکھنؤ محفوظ ہیں
منیجر دلگداز لکھنؤ۔ برن بنک خان۔ لکھنؤ